تصنیف سیدی و مرشدی و مولائی حضرت شاہ ابو الرضا

سید محمد بادشاہ محی الدین قادری الشمسی علیہ الرحمہ المتخلص وجودیؔ

سخنستانِ وجودیؔ رح

بہ اہتمام

سید محی الدین میر لطیف اللہ شاہ قادری خالدی

ناشر لطیف اکیڈمی اینڈ پبلیشرز، ٹولی چوکی، حیدرآباد

<u>ان کلاماً غریب</u>

۱۳۵۵ ہجری

کلامِ بلاغت نظام، سیدی و مرشدی و مولائی شاہ ابوالرضا بیکس نواز

حضرت سید محمد بادشاہ محی الدین قادری الشمسی علیہ الرحمہ

المتخلص وجودیؔ

سُخنستانِ وجودؔی

بحسن اجازت

حضرت خواجہ معین الدین خالدی القادری

جانشین مرشدی و مولائی حضرت خواجہ ابوالفیض شاہ محمد خالد وجودی شمسی القادری علیہ الرحمہ

متولی و سجادہ نشین بارگاہ وجودیہ و خالدیہ

باہتمام

سید محی الدین میر لطیف اللہ شاہ قادری خالدی

ناشر اینڈ پبلیشرز لطیف اکیڈیمی، ٹولی چوکی، حیدرآباد

فون: 040-23568160

اسم تصنیف : **سخنستان وجودی**

فن : شاعری

رسمِ اجراء : بہ موقعہ عرسِ شریف مرشدی مولائی حضرت خالد وجودی علیہ الرحمہ

تاریخ اشاعت :طبع اول : ۱۳۷۲ھ مطابق 1952ء

طبع دوم: ۱۱ر ربیع الآخر ۱۴۳۰ھ م 5رجون2009ء

ترتیب و اہتمام : سیدمحی الدین میر لطیف اللہ شاہ قادری خالدی القدیری

تعداد طبع دوم : 300

ہدیہ : Rs. 50/-

ناشر : لطیف اکیڈیمی اینڈ پبلیشرز

ٹولی چوکی حیدرآباد۔انڈیا، فون : 040-23568160

کمپوزنگ،ڈیزائننگ اینڈ پرنٹنگ: **لمعان کمپیوٹر گرافکس**

چھتہ بازار حیدرآباد۔الہند 9440 8778 06, 24578805

ملنے کے پتے :

1) **Lateef Academi,**
Quadri Manzil, H.No. 9-4-135/A/5,
Raghwa Colony, 7-Tomes Road, Toli Chowki, Hyderabd.
Ph. 23568160, Cell: 9490754160, 9912543340

2) **Khaja Moinuddin Khaledi Quadri**
Astan-e-Khaled, Barkas, Hyderabad. Cell : 9885781786

3) **Dr. Mohd. Abdul Qadeer Siddiqui Quadri Al-Qadeeri**
Astan-e-Izzat, Sidiqu Gulshan, Bahadurpura, Hyderabad.
Cell: 9885020384, 9885418281

4) **Lam'a_n Computer Graphics,** Ph. 9440877806 , 24578805
Naser Commercial Complex, Chatta Bazar, Hyderabad.

Email **Lateefacademi@gmail.com** **http://lateefacademy.page.tl**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

پہلا باب ...... حمد باری تعالیٰ

	عرضِ ناشر	10
	انتساب	12
	سخنستانِ وجودیؔ......ایک مختصر تعارف	13
	پیش گفت	15
	قطعہ تاریخ	20
	تحسینِ سخنستانِ وجودیؔ	21
	تعارف	42
	باب اول حمد باری تعالیٰ 47	
1	غم نہیں تن سے نکل جائے مری جاں یا رب	49
2	مجھ میں صفات تیرے مجھ میں کمال تیرا	49
3	سر ترا جان تری دل بھی ہے میرا تیرا	50
4	دل میں سرور تیرا آنکھوں میں نور تیرا	51
5	رونق افزائے دو جہاں ہیں آپ	52
6	اصلِ شریعت ہے یہی غیر خدا کوئی نہیں	53
7	دیکھ کونین میں اللہ کے سوا کچھ بھی نہیں	55

دوسرا باب......نعتِ شریف

8	اُٹھے کبھی نقاب جو احمد کے میم کا	59

9	سبق الحمد سے پڑھتا ہوں میں وصف محمد ﷺ کا	59
10	رحمت عالم شفیع عاصیاں روحی فداک ﷺ	60
11	قربان شہ یثرب و بطحا ہے مرا دل	61
12	روئے احمد ﷺ کے مقابل میں قمر کچھ بھی نہیں	62
13	اُسی کا ہے نصیب اس کا مقدر ہے مقدر میں	62
14	نعمت عشق نبی دے تو خدا دے مجھکو	64
15	مرا سر ہو در خیر الوریٰ ہو	64
16	مختار خدائی کے ہیں آقائے مدینہ	65
17	جو بیٹھا ہے وہ سجدہ کر رہا ہے یا رسول اللہ ﷺ	65
18	یوں ہو کامل مرا ایمان رسول عربی ﷺ	66
19	یا رسول عربی خذ بیدی خذ بیدی	67
20	آؤ کعبہ سے مدینہ میں خدا ملتا ہے	68
21	عمر یوں ہجر محمد ﷺ میں بسر ہوتی ہے	68

تیسرا باب......منقبت

22	دین من حبّ علی ایمان من حبّ علی	71
23	مظہر کبریا غریب نواز	72
24	میرے خواجہ بس آ اور بچالے مجھکو	73
25	مسدس	74
26	مستزاد	79

چوتھا باب......عرفانیات

27	رگ رگ کو ذوق نے ہے رگ جاں بنا دیا	83

28	نہ تھا جب کچھ تو کیا تھا اب نہ ہوگا کچھ تو کیا ہوگا	84
29	پردے پردے میں حقیقت کا نمایاں ہونا	84
30	مہجور تھا میں آپ کے قدموں سے دور تھا	85
31	یہیں سب کچھ عین ہے عالم بالا سے کیا مطلب	85
32	جوش کیفیت رندانہ مبارک باشد	85
33	مائل خلق نہ ہو طالب مولا ہوکر	86
34	میں بھی ارنی کہہ کے پکاروں	86
35	عیاں ہوکر نہاں ہو کر متاع این و آں ہوکر	87
36	اللہ اللہ یار نے پہنا ہے کثرت کا لباس	88
37	نہیں آتا نہ سہی کوئی خطاوار کے پاس	89
38	ہم نے حرم میں دیر میں سو بار کی تلاش	89
39	واقف ہیں گرچہ حسن کی بے پردگی سے ہم	90
40	کفر و ایماں کی حقیقت کا تماشہ میں ہوں	90
41	فرض و فارض کے سوا نام و نشاں کچھ بھی نہیں	91
42	جدہر دیکھتا ہوں جہاں دیکھتا ہوں	92
43	کوئی سما گیا ہے بساط خیال میں	92
44	دیر سے نا آشنا کعبے سے بیگانہ ہوں	93
45	شہود و غیب کے جلوؤں میں گھر گیا ہوں میں	94
46	نمایاں خود ظہورِ رحمت عالم میں ایسا ہوں	95
47	دشمن سے گفتگوئے مروت ہی کیوں نہ ہو	95
48	جان عالم باد قربانش عجائب دلبرے	96
49	تیرے کوچے میں ہے ارزانئ ایماں پیارے	96

50	سعی بے سود ہے تدبیر سے کیا ہوتا ہے	97
51	سمجھنے کا جو حق تھا ہم اسی کو بر ملا سمجھے	98
52	اپنے ہی تغافل نے رکھا دور خدا سے	99
53	اب تعلق نہ حرم سے ہے نہ بت خانے سے	100
54	دل میں دنیا کی محبت نہ بسانا ہرگز	101
55	ہر مقید میں ہے مطلق کا تماشا مجھ کو	102

پانچواں باب......غزلیات

56	جلوۂ حسن صنم موقع نہیں تاخیر کا	105
57	مجھے دھوکہ سا ہو کر رہگیا ہے عصیاں پہ عصیاں کا	106
58	ائے اضطراب جلوہ بتادے یہ کیا ہوا	107
59	یہ احساں ہے مرے راہ نما کا	108
60	اپنی زباں پہ ہے تمہیں اختیار کیا	108
61	مضطرب میری طرح کل بت پیر بھی تھا	109
62	دیکھا ہے جب سے طور پہ نقشہ ظہور کا	110
63	دل نہ دینے پر دل اس کافر ادا کا جل گیا	110
64	ہے کمال اس کا یہی تجھ میں فنا ہوجانا	111
65	یہ قسمت تھی یہ تھا سرمایۂ سود و زیاں اپنا	113
66	ہے اثر کون سے میخوار کے آجانے کا	114
67	یوں ہی گردش میں رہے شیشہ و پیمانہ ترا	115
68	مر مٹا مجنوں مگر لیلےٰ کو لیلیٰ کردیا	116
69	اپنے ہی دائرے میں حقیقت کے راز کا	116

70	آج تک کارگہہ دہر میں کیا کیا نہ ہوا	117
71	کوئی ویرانہ جب آباد کرنا	118
72	ہر ذرّہ کائنات کا آنکھوں پہ بار تھا	118
73	دو روزہ زیست غم جاں گداز کیا نہ ملا	119
74	دل کے اندر لامکاں کا در کھلا	119
75	عشق نے اک حشر بپا کردیا	120
76	جو چاہیں شوق سے کیجئے خوشی میری نہ غم میرا	120
77	اور ارماں بڑھے ایک جو ارماں نکلا	121
78	مجبور ہوں قادر ہوں کہ منشا ہوں کسی کا	121
79	مزہ محشر میں آئے میکشوں کی پارسائی کا	122
80	ہوں وہ سودائی فریب نرگس مخمور کا	123
81	آپ کے وعدے کی شب تھی دل میں پیچ وتاب تھا	123
82	بہار حسن بن کر عشق کی بنیاد ہوجانا	124
83	آپ اپنا تو جواب ائے لاجواب	124
84	ہائے ترا اے دل شیدا نصیب	125
85	ہے آسماں زمیں تو زمیں آسماں ہے اب	125
86	رہے بس ذات یار سے مطلب	126
87	ذرّہ ذرّہ ہے جہاں کا مشرق انوار دوست	127
88	ذرّہ ذرّہ مجھکو لے جاتا ہے یارب سوئے دوست	127
89	ساری دنیا ہے عبث اس کا تماشہ ہے عبث	127
90	آہوں کی تاثیر کہ نالوں کا اثر آج	128
91	تار حیات ٹوٹے کچھ ایسا اثر ہے آج	129

92	ان کو میں سمجھاؤں انداز محبت کس طرح	129
93	بانئ جور و جفا ہے وہ شوخ	130
94	کون ٹھریگا سر راہ رضا میرے بعد	130
95	چھپو ہم سے نہ تم صورت دیکھا کر	131
96	ہر ایک نشان سے بھی ملا ان کا نشان اور	131
97	شور فغاں کچھ اور ہے آہ رسا کچھ اور	132
98	شاد میں ہوتا ہوں اتنا کوئے جاناں دیکھ کر	133
99	ہے وہی پیمائش کوہ و بیاباں تا ہنوز	134
100	دشت و جبل کی حرص نہ گلزار کی ہوس	134
101	نظر آتے نہیں ارباب اخلاص	134
102	گر ہوی آہوں میں کچھ تاثیر جمع	135
103	حسن پر مسکرا رہا ہے عشق	135
104	بدلی ہوئی کچھ ان کی طبیعت ہے آج کل	136
105	وحشت سے بچکے پھنس گئے حیرانیوں میں ہم	137
106	آپ نزدیک مگر دور ہوں میں	137
107	جگر میں سوز دل میں کسک ہے لب پہ نالے ہیں	138
108	کونسا ظلم تجھے یاد نہیں	138
109	آج کل عالم میں کیا ہوتا ہے کیا ہوتا نہیں	139
110	کچھ اس قدر نحیف ہوا ہجر یار میں	140
111	وہ میرے ساتھ جو شغل شراب کرتے ہیں	141
112	ولولے ہیں کدھر شباب کہاں	142
113	شہرت تمہارے حسن کی صاحب کہاں نہیں	143

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

الحمدللہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

اما بعد!

''سخنستانِ وجودی'' ہمارے دادا پیر حضرت خواجہ ابوالرضا سید محمد بادشاہ محی الدین قادری الشمسی علیہ الرحمہ المخلص وجودیؔ کا کلامِ بلاغت نظام ہے۔ آپ کا گنبد مبارک بارکس حیدرآباد (انڈیا) میں زیارت گاہِ خاص وعام ہے۔ آپؒ ہی کے جانشین مرشدی و مولائی حضرت خواجہ ابوالفیض شاہ محمد خالد وجودی القادری علیہ الرحمہ کے منشاء کے مطابق سخنستانِ وجودی کی دوسری مرتبہ جدید طرز پر طباعت واشاعت کی ذمہ داری کا ثمرہ میرے والدِ ماجد حضرت سید محی الدین میر لطیف اللہ شاہ قادری مدظلہ العالی کے حصہ میں آیا جنہوں نے اس متبرک کام کو بحسنِ خوبی انجام دیا۔

اس مجموعہ کلام سخنستانِ وجودی کا رسم اجراء بہ موقع 20 ویں عرس مبارک حضرت شاہ محمد خالد وجودی القادری علیہ الرحمہ کی درگاہ شریف بارکس حیدرآباد میں بفضل تعالیٰ عمل میں آرہا ہے جو ہماری دیرینہ تمنا تھی۔

اس کتاب کے طباعت واشاعت میں جن حضرات کرام کا مخلصانہ تعاون حاصل رہا ہے ہم لطیف اکیڈیمی کی جانب سے ان سب حضرات کرام کے ممنون ومشکور ہیں۔ خصوصاً علامہ ابوالاعظم قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی القادری مدظلہ اور حضرت سید غوث محی الدین حسینی القادری نصر الحق قادری صاحب جنہوں نے اس اشاعت کے ابتدائی مراحل

114	حسن و عشق انتخاب ہے دونوں	143
115	جلاؤ گے مجھے کب تک چھپا کر روئے روشن کو	144
116	خموشی بے سبب کیوں ہو کہ رکھتا ہے زباں کوئی	145
117	نہو الفت تو پھر آفت میں جان ناتواں کیوں ہو	146
118	تکلف برطرف ہو قیس ہو خلوت ہو لیلیٰ ہو	147
119	آپ جس کو چاہیں وہ سب سے پرایا کیوں نہ ہو	148
120	کیوں چھپاتے ہو رخ پر نور کو	149
121	میں جانتا ہوں وعدۂ بے اعتبار کو	149
122	بھلا کیا عابد و زاہد کہیں گے اس حقیقت کو	150
123	ڈوب کر بحر رحمت میں نہ ابھرا کوئی	151
124	ذرّہ ذرّہ مشرق انوار ہے	152
125	لگی میرے دل کی بجھا تو سہی	152
126	جان پر کھیلے تری الفت میں جگر کس کا ہے	153
127	مجھ کو شان و شوکت شاہانہ چاہیئے	153
128	الٰہی میرے دشمن کو تدبیر نہیں ہوتی	154
129	کسی کے ہجر میں میرا عجب طرح کا حال ہے	154
130	کبھی لب سے جو باہر میری آہ آتشیں ہوگی	155
131	نہ ہو الفت تو زندگی کیا ہے	156
132	محروم گیا کوئی ساقی نہ ترے در سے	156

چھٹواں باب......رباعیات

132	رباعیات	159

سے آخر دشوار کن مراحل تک عالمانہ وشاعرانہ صلاحیتوں سے تصحیح وترتیب میں رہنمائی فرمائی۔ جزاکم اللہ خیراجزاء

آخر میں سید شاہ عبدالقادر حسینی سلمان قادری مالک لمعان کمپیوٹر گرافکس چھتہ بازار حیدرآباد کے بھی شکرگزار ہیں کہ جن کے سخت محنت وتعاون سے اس اہم کام کی وقت پراشاعت پائے تکمیل کو پہنچ پائی۔ فقط

معتمدین اکیڈیمی

۱۔میر رحیم اللہ شاہ قادری خالدی (اقبال پاشاہ) یم یس الکٹرانکس

۲۔میر کریم اللہ شاہ قادری (خواجہ پاشاہ) بی یس کمیونیکیشن والکٹرانکس

لطیف اکیڈیمی ٹولی چوکی حیدرآباد۔

جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ م ۲۰۰۹ء

انتساب

☆ والدی و مرشدی خواجہ ابوالخیر ڈاکٹر
حضرت میر مومن علی شاہ قادری علیہ الرحمۃ والرضوان

☆ مرشدی مولائی خواجہ ابوالفیض
حضرت شاہ محمد خالد وجودی القادری خالد علیہ الرحمۃ والرضوان

☆ آخر میں اپنی اس ادنی سعی و کوشش کو دادا پیر خواجہ ابوالرضا
حضرت سید محمد بادشاہ محی الدین شمسی القادری وجودیؔ علیہ الرحمۃ والرضوان
کی خدمتِ بابرکت میں پیش کرتا ہوں۔
جن کے خرمنِ علم وعرفان کی خوشہ چینی نے مجھے دانش و آگہی کا فیضان بخشا۔

خاک پائے وجودیؒ
سید محی الدین میر لطیف اللہ شاہ قادری، قادریؔ کان اللہ لہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سخنستان وجودیؒ

﴿ایک مختصر تعارف﴾

الحمدلله والصلوة والسلام علی سیدالانبیاء والمرسلین اما بعد

مصنف ''سخنستانِ وجودی'' حضرت عمدۃ العارفین، امام الحقیقت، سلطان الاسرار شیخ الکامل، بیکس نواز خواجہ ابوالرضا سید محمد بادشاہ محی الدین چشتی القادری وجودی علیہ الرحمہ میرے پیرِ کامل مرشد ومولائی ذرہ نواز حضرت خواجہ ابوالفیض شاہ محمد خالد وجودی القادری المعروف خالد بن جانثار یار جنگ علیہ الرحمۃ کے شیخ عالی مرتبت ہیں۔

بارگاہانِ وجودیؒ وخالدؒ کی عظمت وفضیلت کا تعارف اللہ اکبر، ان مقدس شخصیتوں کی تعارف کیلئے زبان قاصر اور قلم عاجز ہے۔ دل ودماغ حضرات ممدوح کی الفت ونسبت کے بحرِ بے کنار میں کچھ ایسے گم ہیں کہ میرے دائرۂ امکان سے بالاتر ہے۔

بہر حال اِتنا ضرور سمجھتا ہوں کہ حضورِ والا مرتبت حضرت قبلہ وجودی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی بافیض علمی وعملی زندگی کا سرمایہ، اسرارِ معرفت کا خزانہ مجموعہ سخنستانِ وجودی اہلِ دانش وحکمت کیلئے آج بھی ایک اچھوتا، نمایاں اور فیض رساں کلام ہے۔ مجھے بارگاہِ رب العزت سے قوی اُمید ہے کہ معزز قارئین اس کلامِ عشق ومعرفت کو قلبی سکون وتسکین کا مظہر پائینگے۔ ان شاءاللہ

سخنستان وجودیؒ پہلی مرتبہ ۱۳۷۲ھ (۱۹۵۲ء) میں شائع ہوئی۔ اس کی ترتیب غالباً آپؒ کے حینِ حیات ہی میں ہوچکی تھی جیسا کہ پہلی اشاعت کے سرِ ورق پر ''انَّ کَلَامَــا غــریبٌ'' میں سال ۱۳۵۵ہجری سے سنہ تکمیل کلام کی وضاحت ہوتی ہے۔ آپؒ کے تصانیف کی فہرست طویل ہے جسکی تفصیل آگے ''تعارف'' میں دی گئی ہے۔

میرے برادرِ طریقت مکرمی میر لطیف اللہ شاہ قادری قابلِ تحسین ومبارک باد ہیں جنہوں نے بہ اجازت پیر خالد علیہ الرحمہ اور میری خواہش پر سخنستانِ وجودی کی نئے انداز سے ترتیب و تزئیں کے ساتھ بفضلِ تعالیٰ از سرِ نو سخنستانِ وجودی کی اشاعت کے متبرک کام کو سرانجام دیا۔ یہ آپ کی پیر خالد وجودی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبتِ خاص اور خود پیر کی نوازشوں کا آئینہ دار ہے۔

از

شاہ محمد خواجہ معین الدین خالدی چشتی القادری

خلیفہ وجانشین حضرت خالد وجودیؒ

متولی بارگاہ خالد وجودیؒ بارکس حیدرآباد

ربیع الاول سنہ ۱۴۳۰ہجری م ۲۰۰۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش گفت

الحمدلله و کفی والصلوة والسلام علی رسولهٖ و حبیبه سیدنا محمد المصطفیٰ و علیٰ الهٖ سفینة النجاة واصحابهٖ نجوم الهدیٰ و علیٰ اولیاء امتهٖ مصابیح الصدق والصفا

امابعد......

فقال الله تعالیٰ فی الکتاب القدیم و الخطاب العظیم -وما خلقتُ الجن والانس الا لیعبدون (ذاریات-۵۶) یعنی ارشاد ربانی ہے ’’جن اور انسان کو میں نے محض عبادت کرنے کیلئے پیدا فرمایا ہے‘‘۔ عبادت کا مفہوم بڑا وسیع اور وقیع ہے البتہ امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیۃ شریفہ میں ’’لیعبدون‘‘ کی تفسیر ’’لیعرفون‘‘ سے فرمائی ہے۔ یعنی انسان کی پیدائش کا اصل مقصد اللہ کی پہچان حاصل کرنا ہے۔ جسکو اصطلاحاً معرفت کہتے ہیں۔ لیکن اس دولت سرمدی کا حصول ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں بلکہ اس کیلئے ایک ہادی و رہبر، پیر و مرشد یا شیخ کامل کا وسیلہ ضروری ہے جسکے بغیر خداشناسی ممکن نہیں۔ قرآنی ارشاد ’’وابتغوا الیه الوسیلة ‘‘ میں اسی وسیلہ کی تلاش کی کا حکم دیا گیا ہے۔ تلاش اسلئے کہ دنیا میں ایسے نفس پرست عیاروں اور شعبدہ بازوں کی کمی نہیں جو سادہ لوح عوام کو اپنے دامِ فریب میں پھانسنے کیلئے جابجا اپنی دوکانیں سجائے بیٹھے ہیں جن کا ظاہر کچھ ہے تو باطن کچھ۔ بقول

شاعرؔ

نہ ہر کہ سر بترا شد قلندری داند
نہ ہر کہ شیشہ بسازد سکندری داند

راہ معرفت طے کرنے کا اولین زینہ شریعت ہے جو اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا نام ہے جسکے بغیر طریقت یا حقیقت کے مراحل سے گذرنا ممکن نہیں۔

بقول سعدی علیہ الرحمہؔ

محال است سعدی کہ راہِ صفا   تواں رفت جز بر پئے مصطفیٰ
خلاف پیمبر کسے رہ گزید   کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوات کا ارشاد ہے ''الشرعة اقوالی والطرية افعالی والحقيقة احوالی '' یعنی شریعت میرے اقوال ہیں، طریقت میرے افعال ہیں اور حقیقت میرے احوال ہیں۔ چونکہ انسان تین چیزوں یعنی نفس، قلب اور روح کا مجموعہ ہے اسلئے حسبِ ارشاد حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہٗ حصول شریعت سے تزکیہ نفس، حصول طریقت سے تصفیہ ٔ قلب اور حصولِ حقیقت کیلئے تجلیہ ٔ روح ہوتا ہے۔ مگر یہ سب مراحل صرف ایک پیر کامل کی خصوصی توجہ اور تربیت ہی سے پایۂ تکمیل کو پہنچ سکتے ہیں۔ دکن کی مردم خیز سرزمین ایسے کئی مقدس آستانوں کا گہوارہ ہے جن میں آرام فرما نفوس قدسیہ اپنے اپنے دور میں میدانِ شریعت کے شہسوار اور آسمانِ طریقت کے شہباز رہ چکے ہیں۔ انھوں نے اپنی حیات پاکیزہ میں ایک عالم کو اپنی علمی و عرفانی فیوض و برکات سے مالا مال فرمایا اور بعد وصال بھی ان کی بارگاہوں سے

روحانی فیضان کا سلسلہ جاری و ساری ہے۔ ان بزرگان دین کے ملفوظات اور ارشادات اور تصنیفات و تالیفات بشکل نثر و نظم آج بھی صاحبان ذوق کیلئے سرچشمۂ وجدان ہیں۔ ان ہی اللہ والوں میں سے ایک حضرت سید محمد بادشاہ محی الدین وجودی قادری و چشتی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذاتِ مجمع الصفات بھی ہے جو ایک صوفی باصفا اور عارف باللہ ہونے کے ساتھ ساتھ تفسیر، حدیث، فقہ، منطق وغیرہ علوم ظاہری کے ماہر، بلند پایہ ادیب و سخنور اور دریائے معرفت و حقیقت کے شناور تھے۔ جنھوں نے ایک ہی نظر فیض اثر کے ذریعے کتنے سالکوں کے دلوں کی دنیا بدل ڈالی اور خدارسی کی اعلیٰ منزل سے انہیں ہمکنار کر دیا۔ آپ ہی کے میکدۂ عرفان سے سیراب و سرشار، محبی و مخلصی مولانا سید محی الدین میر لطیف اللہ شاہ صاحب قادری خالدی سابق مہتمم پولیس حیدرآباد نے اپنے دادا پیر حضرت وجودی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے شعری مجموعہ موسوم بہ ''سخنستانِ وجودی'' کا دوسرا ایڈیشن زیرِ اہتمام لطیف اکیڈیمی اینڈ پبلیشر شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے جس پر موصوف نے مجھ سے اپنے تاثرات قلمبند کرنے کی پُر خلوص خواہش فرمائی ہے۔

سخنستانِ وجودی پر طائرانہ نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت وجودی شاہؒ استاذ سخن کے پایہ کے ایک کہنہ مشق باصلاحیت شاعر تھے جنھیں فارسی اور اردو زبان و ادب پر کامل عبور حاصل تھا۔ آپ نے تقریباً سب ہی اصناف سخن میں طبع آزمائی فرمائی ہے۔ زیر نظر مجموعہ کلام کو حمد باری، نعت شریف، منقبت، عرفانیات، غزلیات اور رباعیات کے زیر عنوان چھ ابواب پر تقسیم کا گیا ہے جو (۱۳۱) منظومات اور (۵۴) رباعیات پر مشتمل ہیں۔ تیسرے باب میں ایک مسدس اور ایک مستزاد بھی شامل ہیں۔ یوں تو سارا کلام بزبان اردو

ہے لیکن حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ کی شان میں ایک منقبت اور ایک نعتیہ غزل یہ دو کلام فارسی ہیں۔ آپؒ کی پُر گوئی کا یہ عالم ہے کہ کیفیت طاری ہو جائے تو اشعار کی آمد کا ایک سیلِ رواں ہے کہ رکنے کا نام نہیں لیتا۔ چنانچہ ایک عرفانی غزل میں تو اشعار کی تعداد (۴۱) تک جا پہنچی ہے۔

حضرت وجودی شاہؒ کو زبان و بیان پر غیر معمولی قدرت حاصل تھی۔ فنی پختگی، طرز ادا کی شگفتگی، اظہار میں بے ساختگی لب ولہجہ کی اثر آفرینی اور تشبہات اور استعارات کی بوقلمونی نے کلام کو دل آویزی عطا کی ہے۔ شاعر کی تلفیظ کا دائرہ بہت وسیع ہے جنکی ترکیبیں متنوع اور منفرد ہیں۔ الفاظ کو مناسب جگہ صرف کرنے کا سلیقہ اشعار میں موجود ہے۔ الفاظ کی دروبست اور انکی تراش وخراش قابلِ دید ہے۔ اکثر مترنم اور نغمہ ریزی بحروں کا انتخاب کیا گیا جن میں ایک دلکش موسیقیت پائی جاتی ہے اسی لئے محافل سماع کیلئے نہایت موزوں کلام ہے۔ دلوں کو چھو لینے والے آپ کے اشعار سامعین کو بار بار سننے اور قارئین کو بار بار پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ شاہ صاحبؒ نے اپنی شاعری میں قدیم روایات کی بھرپور پاسداری کی ہے۔ اور اپنے کلام کو اساتذۂ سخن کے بہترین رنگوں کی ایک خوبصورت قوس قزح بنا دیا ہے۔ خصوصاً مرزا غالبؔ کی تقلید کو اکثر اپنے لئے موجب افتخار سمجھتے ہوئے وہی لب ولہجہ اور رنگ و آہنگ اختیار کیا ہے۔ بلکہ متعدد غزلیات غالب ہی کی زمینوں میں لکھی گئی ہیں۔ حتیٰ کہ اپنی ایک غزل میں غالبؔ کو اپنا استاد تسلیم کرتے ہوئے اپنے مقطع میں فرماتے ہیں۔

اے وجودی اپنا استادِ سخن جانتا ہوں غالبِ مغفور کو

جہاں تک معرفت حق میں راہِ سلوک کا سوال ہے حضرت وجودی شاہؒ وحدۃ الوجود کے قائل ہیں جو ایک ایسی تصوف کی اصطلاح ہے کہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے وقت سے صوفیہ کرام میں زبان زد خاص و عام ہے۔ علم تصوف میں تنزیہ وتشبیہ کو اصطلاحاً عینیت وغیریت کہتے ہیں۔ جنکے اعتبارات کی وحدۃ الوجود میں وضاحت ملتی ہے کیونکہ صحیح ایمان ان دونوں نسبتوں کی تصدیق پر منحصر ہے۔ عرفاء کرام کے نزدیک محض غیریت کا قائل محجوب ہے، محض عینیت کا شاغل مغضوب ہے، نشۂ وحدت کا سرشار مجذوب ہے اور دونوں نسبتوں کا محافظ محبوب ہے جو وجہ عینیت کو غیریت پر اور وجہ غیریت کو عینیت پر غلبہ پانے نہیں دیتا تا کہ رب رب رہے اور بندہ بندہ رہے اور لوگ شریعت سے آزاد نہ ہو جائیں۔ یہی بات حضرت ابن عربیؒ کے اس شعر میں ملتی ہے۔

العبدُ عبدٌ و ان ترقّی　　　　والرب ربٌ و ان تنزل

یعنی بندہ اپنے مولیٰ کا کتنا ہی ہم رنگ اور آئینہ ومظہر کیوں نہ بن جائے پھر بھی وہ بندہ ہی رہتا ہے مولیٰ نہیں بن جاتا اسی کی ترجمانی حضرت وجودی شاہؒ اسطرح فرماتے ہیں۔

عبد و رب میں عینیت بیشک مسلّم ہے مگر　　　　اے وجودی بندہ بندہ ہے خدا ہوتا نہیں

یہ امر موجب اطمینان ہے کہ اکثر اشعار میں محولہ اصطلاحاتِ تصوف کی مرادی تشریح صفات کے حاشیہ میں درج کردی گئی ہے۔

''سخنستان وجودی'' میں مختلف صنائع و بدائع کی متعدد مثالیں بھی موجود ہیں۔

مثلاً ملاحظہ ہو

مراعاۃ النظیر :

بیچ منجدھار بھی ہے بادِ حوادث بھی ہے ڈوب جائے نہ کہیں ناؤ میری خذ بیدی
آباد بوند بوند میں جس کے ہیں میکدے ایسی شراب ہے مرے جامِ سفال میں

تلمیحات وارشارات

لــن تــرانـــی بھی صدا ہے میری طالبِ دید سرِ طور ہوں میں
لــی مع اللہ کے ارشاد کا معنیٰ میں ہوں مقصدِ اینما کنتم کا معمہ میں ہوں

صنعت طباق یا تضاد میں یہ اشعار دیدنی ہیں۔

سہل سے سہل بھی مجھکو نہیں آسان لیکن سخت سے سخت بھی مشکل تجھے آساں پیارے
برسنا آنکھ سے پانی بھڑکنا آگ کا دل میں قیامت ہے کسی کا جامع الاضداد ہو جانا
وصل حق میں نہیں ملتا نہیں ملتا وہ لطف ہجرِ محبوبِ خدا میں جو مزا ملتا ہے

حُسنِ تعلیل: کی اشعارِ ذیل میں ندرت دیکھئے۔

فقط اتنی خطا تھی چھولیا تھا ان کے دامن کو صبا کرنے لگی برباد میری خاکِ مدن کو
رحمت حق پر جو ہوتا اعتماد شیخ پیتا بادۂ انگور کو
تیرے اوجِ ستم سے پیر گردوں کا ہے سر نیچا قیامت ڈر گئی ہے دیکھ کر تیرے لڑکپن کو

المختصر ''سخنستان وجودی'' کیا ہے معنوی حیثیت سے معرفت وحقیقت کا ایک خزینہ، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ اور شعر وادب کا گنجینہ ہے جس کا ایک اک شعر بلکہ ایک اک مصرع عرفانی نگینہ ہے جسے توجہ سے پڑھنے والے کا دل منور، روح مطہر اور مشام ایمان معطر ہو جاتا ہے۔

کلام سے پہلے ''تحسین سخنستانِ وجودی'' اور ''تعارف'' کے زیر عنوان حضرت

وجودی شاہؒ اور آپ کے جانشین کے حالات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے لہذا یہاں اسکا تذکرہ تحصیلِ حاصل کے مترادف ہے۔ اسی لئے صرف ادبی نقطہ نظر سے شاہ صاحبؒ کے کلام کا جائزہ لیا گیا جو مختصر اور محدود ہے ورنہ اس شعری مجموعہ میں سخن وادب کے تحت ایک بحرِ بیکراں ٹھاٹھیں ماررہا ہے جس میں غواصی کرنے والے اپنے ہر پھیرے میں معرفت و حقیقت کے نئے نئے آبدار موتی برآمد کرتے رہینگے۔ ارباب طریقت کیلئے سخنستان وجودی بلا شبہ ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ حق تعالیٰ حضرت وجودی شاہؒ کے وابستگان سلسلہ کو خصوصاً اس سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بجاہ اشرف الانبیاء والمرسلین سیدنا محمد الرؤف الامین صلی الله علیه و علیٰ اٰله الطاهرین و اصحابه الراشدین والحمد لله رب الغلمین

فقط

جانشین حضرت سید الصوفیہ

درویش خیر اندیش

قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی حسنی حسینی قادری

صدر کل ہند جمیعۃ المشائخ چیف ایڈیٹر ماہنامہ صوفی اعظم

تصوف منزل قریب ہائیکورٹ

مورخہ ۲۶؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۰ھ م ۲۲؍ مئی ۲۰۰۹ء جمعہ

قطعۂ تاریخ

اشاعتِ دوم ''سخنستانِ وجودی''

عرفانی کلامِ ''سخنستانِ وجودی''
گل ہائے عقیدت سے ہوئی جسکی ہے تزئیں
بے ساختہ اعظمؔ نے کہا سالِ اشاعت
''عرفان کے پھولوں کا یہ گلدستہ ہے رنگیں''

۱۴۳۰ھ

نتیجہ فکر قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی اعظم القادری جانشین سید الصوفیہؒ
(صدر کل ہند جمیعۃ المشائخ وچیف ایڈیٹر رسالہ صوفی اعظم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحسینِ سخنستانِ وجودیؒ

الحمد لله رب العالمين و الصلوٰة و السلام على سيد الانبياء و المرسلين و على اله الطيبين و اصحابه الاكرمين و على عباد الله الصالحين

امابعد۔

یہ تو اللہ رب العزت کا بڑا احسان وکرم ہوا کہ مجھ جیسا کمزور وحقیر بلکہ عاصی بھی ارادتِ سلسلہء وجودیہ سے وابستہ وسرفراز ہوا۔ یہ تو بس مرشدی ووالدی حضرت ابوالخیر میر مومن علی شاہ قادری خالدی علیہ الرحمہ کی کرم نوازی تھی کہ آپؒ نے مجھے حضرت ذرہ نواز خواجہ ابوالفیض شاہ محمد خالد وجودی القادری علیہ الرحمہ سے وابستہ وخادمین میں شامل فرمایا۔ اُس وقت میری عمر ۲۵ سال کی ہوگی اور اپنی رحلت سے قبل تاکید فرمائی کہ میں دربارِ خالدیؒ میں حاضری دیتا رہوں۔ اور آپ کی ہر طرح خدمت واطاعت میں سرنگوں رہوں۔ یہ واقعہ 1972ء کا ہے۔

اس طرح میں خوش نصیب ہوں کہ مجھے حضرت مصنف ''سخنستان وجودی'' عمدۃ العارفین، سلطان الاسرار، بیکس نواز حضرت خواجہ ابو رضا شاہ سید محمد بادشاہ محی الدین وجودی قادری الچشتی علیہ الرحمہ کے محلِ نظر وجانشین حضرت شاہ محمد خالد وجودی القادری رحمتہ اللہ علیہ المعروف خالد بن جاں نثار یار جنگ کے دامن وآغوشِ مبارک میں عرصہ دراز تک تربیت و طریقت کے منازل طئے کرنے کا حوصلہ نصیب ہوا۔ اس اثنا میں حضرت خالد میاںؒ نے ایک موقع پر مجھ سے فرمایا: ''بیٹا میرے سامنے والی الماری سے سخنستان وجودی کا نسخہ لے جاؤ اور اس کے کچھ کاپیاں بنا کر لاؤ''۔ میں حسب حکم دس (۱۰) کاپیاں (xerox) تیار کر کے

پیش خدمت کر دیا۔ تو آپؒ نے اس میں سے دو کا پیاں مجھے عنایت کرتے ہوئے فرمایا کسی وقت اس (گلستان وجودی) کی طباعت اور اشاعت بھی کر دینا۔"

شائد اب فرمان پیرؒ کی تعمیل کا وقت موزوں ہوا اور بہ اجازت وفرمائش آپؒ ہی کے خلیفہ و جانشین حضرت خواجہ معین الدین خالدی قادری الچشتی مدظلہٗ میں "گلستان وجودیؔ" کی جدید ترتیب وطباعت کے کام میں جٹ گیا۔ پہلی بار اس کلام کو ۱۳۷۷ھ م ۱۹۵۷ء میں یعنی آج سے کوئی 58 برس پہلے اور وجودی شاہ صاحبؒ کے وصال کے دس (10) سال بعد آپؒ ہی کے مریدِ عزیز جناب میر احمد علی احمد قادری الوجودیؒ نے شائع فرمایا تھا۔ زیرنظر "گلستان وجودی" کی طباعت و اشاعت کا اہتمام "لطیف اکیڈمی" ٹولی چوکی حیدرآباد کی جانب سے کیا گیا ہے اللہ تعالی سے دعا گو ہوں کہ پیرؒ کے طفیل میں مجھ ناچیز کی اس ادنیٰ سعی کو درجہ قبولیت و مقبولیت عطا فرمائے۔ آمین

اب میں تذکرہ حضرت وجودی پیاءؒ کی شروعات فرمانِ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتا ہوں کہ آپ ﷺ نے فرمایا "اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم علم کے شہر ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ ابن ابی طالبؓ اس شہر کا دروازہ ہیں۔ گویا اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالبؓ صاحبِ سیف وقلم اور جامع اسرارِ شریعت وطریقت ہوئے اور آپؓ کی ذات گرامی سے جو علمی اور عرفانی فیضان جاری ہوا وہ بحرِ رواں کی طرح برصغیر ہند میں صدیوں پہلے پہنچ چکا تھا۔ اسی طرح ارض دکن حیدرآباد بھی محافظانِ شریعت وصوفیانِ طریقت کی خوبصورت آماجگاہ بن گیا۔ اُن ہی لطیف گلہائے بزمِ وحدت کے ایک گل حضرت وجودی شاہ صاحب علیہ الرحمہ بھی ہیں جن کی ولادت باسعادت ایک اندازے کے مطابق ۱۲۸۶ھ م 1869ء کے آس پاس ہوئی آپؒ نے خیر المرشدین حضرت خواجہ شمس الدین محمد چشتی القادری اورنگ آبادیؒ کے دست مبارک پر بیعت فرمائی اور خلافتِ سلاسل خمسہ سے سرفراز ہوئے۔

آپؒ کی بزم صحبت بقول آپؒ کے مریدین کے خیر القرون (صحابہ وتابعینؓ) کے

زمانے کی یادگار ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ آپؒ علوم ظاہری و باطنی کے سرچشمہ ہونے کے علاوہ فنون مختلفہ کے ماہر تھے اور ہر علم وفن کا شخص آپؒ سے فیض یاب ہوتا رہا۔

حضرت وجودی شاہ صاحب علیہ الرحمہ میں سادات کا حلم عجز وانکساری ہونے کے ساتھ ساتھ آپؒ کی ذاتِ گرامی کثیر کشف وکرامات کی حامل رہی جن کا تذکرہ بسا اوقات میرے مرشدِ قبلہ حضرت خالد علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے۔ کیوں نہ ہو آپؒ کا سلسلہ نسبی حضرت سیدنا امام حُسین علیہ السلام سے اکتیس (31) ویں واسطوں سے جا ملتا ہے اور سلسلہ نسب خانوادۂ اہل بیتِ رسولؐ سے ہے۔ خود آپؒ فرماتے ہیں ۔

نہ چھوڑ صبر کا دامن وجودی کہ تم اولادِ شہید کربلا ہو
وجودیؔ مرتبہ مرا کوئی جانے تو کیا جانے کہ سب کونین ہے محتاج مرے جدِّ امجد کا

آپؒ وجودی شاہ صاحبؒ کے نام سے معروف اور وجودیؔ تخلص فرمایا کرتے تھے آپؒ کا کلام جو ''سخنستان وجودیؔ'' کے نام سے موسوم ہے' ایک عاشق صادق عارف باللہ صوفی وفقیر' قرب الٰہی کے اعلیٰ مقام پر فائز' عقل وفہم سے بالاتر ایسے ولی اللہ کی تخلیق ہے جس کی گواہی ایک ایک شعر بلکہ ہر حرف دے رہا ہے۔ آپؒ کے کلام میں عشق کی وارفتگی اور مئے الست کا کیف علمی وادبی چاشنی' نکتہ سنجی اس درجہ پائی جاتی ہے کہ قارئین وسامعین کے مشام جاں کو معطر اور روح کو معنبر کردیتی ہے۔ اکثر اشعار رموزِ فنائیت وبقایت کی گتھیاں سلجھاتے ہیں جس کو عام آدمی فہم میں لانا بھی مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ''سخنستان وجودیؔ'' کو جدید ترتیب کے ساتھ ساتھ اُن مشکل اور ذومعنیٰ الفاظ ومہاوروں کے لفظی معنیٰ اور مرادی معنی کی تشریح زیرنظر صفحات کے حاشیہ میں درج کردی گئی تاکہ اصل مفہوم کے سمجھنے میں سہولت ہو' امید کہ قارئین پسند فرمائیں گے۔ گو کہ یہ کام ایک ہمت وجسارت تصور کیا جاسکتا ہے تاہم پرخلوص عجز وافتقار کے ساتھ عمل میں آیا ہے۔

سخنستانِ وجودیؔ اس لحاظ سے بھی نہایت مفید اور خوش اسلوب ہے کہ قرآنی آیتوں، احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نیز اردو فارسی اور عربی کے مقولوں اور سبق آموز، عبرت و نصیحت سے لبریز ہے۔ اس کلام کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ اس میں بہت سی مثالیں ایسی ملتی ہیں جن میں ہم تلفظ معنی اور ہم تلفظ مختلف المعنی کی تکرار ہو۔ پھر ان الفاظ کو بڑے حسن و خوبی کے ساتھ نگینے کی طرح اشعار میں جیسے جڑ دیا گیا ہو۔ تمام حروفِ تہجی پر قافیہ باندھ کر اشعار کو موتیوں کی طرح پرو دیا گیا ہے کہ انہیں پڑھتے اور سنتے ہی بنتا ہے بلکہ غور و فکر کے تالے کھلنے لگتے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہو۔

نسبت تو ہے چمن سے اگر رنگ و بو نہیں
کیوں دیکھتے ہو چشمِ حقارت سے خار کو

....

مہر سے ذرّہ ناچیز جدا ہوتا ہے
چشم حق بیں میں مگر مہر نما ہوتا ہے

بندۂ عشق کو ہے حسن سے فطری نسبت
ہم تجھے چاہیں تو کیوں ہم سے خفا ہوتا ہے

بکھرے نہ شیرازۂ امکان و وجوبیت
ڈر ہے کہ قیامت نہ اُٹھے لغزش پا سے

جنت کی رغبت نہ جہنم کا ہے کھٹکا
زاہد تو ڈراتا ہے کیسے روز جزا سے

پھکتا ہے تب ہجر سے دن رات وجودیؔ
یہ آگ بجھے گی تیرے دامن کی ہوا سے

لی مع اللہ کے ارشاد کا معنیٰ میں ہوں
مقصدِ اینما کنتم کا معمہ میں ہوں

اپنی صورت پہ کیا مجھ کو خدا نے پیدا
اشرف خلق ہوں اللہ کا خلیفہ میں ہوں

سخت دشوار ہے مطلق سے مقید کا فراق
آپ مولا ہیں میرے آپ کا بندہ میں ہوں

....

دیکھ "فی ھذا عمیٰ" سے اشارہ کیا ہے کہ یہاں کچھ بھی نہیں تو وہاں کچھ بھی نہیں
للہ الحمد کہ صدقہ میں شہہ جیلاں کے اب وجودیؔ کو وجودی کا گماں کچھ بھی نہیں

....

میرے خیال میں نہیں آتے ہو تم مگر
یہ لطف ہے کہ میں ہوں تمہارے خیال میں
مانع نہیں ہے ذات کو پردے صفات کے
ہے چودھویں کا چاند طلوعِ ہلال میں

....

ہماری ہستی موہوم کا منشاء یہ ٹھہرا ہے کہ شکلِ نقشِ پا مٹتا رہے نام ونشاں اپنا

....

ہمت اے ضبطِ الم اُف بھی نہ نکلے منہ سے صورت شمع نہ سرگرم بُکا ہوجانا
ہوش و حواس کھودیا تاثیرِ عشق نے عقل وخرد پہ عقل وخرد کا گماں ہے اب
بیکس کا دردِ آہ کہاں تک پہنچ گیا لے دیکھ آسماں پہ نیا آسماں ہے اب
آج کل عالم میں کیا ہوتا ہے کیا ہوتا نہیں فتنے اٹھتے ہیں مگر محشر بپا ہوتا نہیں
ذکر دشمن کا نہیں دشمن تو دشمن ہے مگر وقتِ بد میں آشنا بھی آشنا ہوتا نہیں

عبد و رب میں عینیت بیشک مسلّم ہے مگر
اے وجودیؔ بندہ بندہ ہے خدا ہوتا نہیں

حجاب اس کو کہتے ہیں بے حجابی ایسی ہوتی ہے
عیاں مجھ سے ہوے میری نگاہوں سے نہاں ہوکر

(یہاں سے صفحہ نمبرات کی غلطی ہے صفحہ 33 سے ملاحظہ فرمایئے۔)

حضرت وجودی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے اس مجموعہ کلام میں سخن اورادب کے تحت 133 مظموعات ہیں جو تقریباً 1496 اشعار پر مشتمل ہیں اور اسکو ایک حقیقت و معرفت کا بحرِ بیکراں کہا جائے تو بجا ہوگا۔

حضرت وجودی پیاءؒ کی ذاتِ گرامی سے خوارق عادات کثرت سے نمایاں ہوا کرتے تھے۔اس کا اندازہ میرے مرشد خالد میاں قبلہ علیہ الرحمہ کے اس قول سے کیا جاسکتا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے !ایک مرتبہ وجودی پیاءؒ کی خدمت میں ایک محدث و عالمِ جامعہ ازہر تشریف لائے اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم زبانی سنانے لگے، جب بھی اُن کو حدیث سنانے میں رکاوٹ یا غلطی پیش آتی تو حضرت وجودی پیاء علیہ الرحمہ اس کی تصحیح فرمادیتے تھے۔ دریافت کرنے پر بعد میں آپؒ نے فرمایا کہ جن کتبِ احادیث سے وہ محدث صاحب احادیث سنا رہے تھے اُن کتب کے مصنفین مثلاً امام بخاریؒ، امام مسلمؒ وغیرہ اپنی حدیث کی کتاب کھول کر میرے سامنے پیش کررہے تھے اور میں دیکھ کر تصحیح کرتا گیا۔'' اللہ اکبر۔

آپ ناخوش نہ ہوں مجھ سے یہی میری ہے مراد — دین کا شوق نہ دُنیا کی تمنا مجھکو
حاصلِ بار امانت ہوں خلیفہ ہوں میں — خاکساری سے ملا کیا کیا مرتبہ مجھکو
دیکھتے دیکھتے سب رازِ حقیقت کھل جائے — دیکھ لے کوئی دیکھنے والا مجھکو
اۓ وجودیؔ وہی مسجود ہے بیشک اپنا — جس نے مسجودِ فرشتوں کا بنایا مجھکو

حضرت وجودی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا بعد وصال بھی اَدب اور آپؒ کے مقامِ ارفع کا اندازہ میرے والدِ بزرگوار حضرت خواجہ ابوالخیر میر مومن علی شاہ قادریؒ کے اس قول سے کرسکتے ہیں کہ آپؒ نے فرمایا! جب بھی میں درگاہِ وجودی علیہ الرحمہ کے دروازے میں داخل ہوتا ہوں تو اَدب و دبدبہ کی ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ میں سانس لینے میں بھی احتیاط کرتا ہوں یہاں تک کہ زیارت کرکے فوراً باہر نکل آتا ہوں'' ماشاءاللہ۔

نظر ایسی سمجھ ایسی کہ ہر قطرہ میں دریا ہو — جسے دیکھوں تجھے دیکھوں پرایا ہو کہ اپنا ہو

اُسی کو موت آتی ہے جسے جینے کا ارماں ہو
بھلا کیوں کر اُسے موت آئیگی تم پر جو مرتا ہو

حضرت وجودیؒ

آپؒ کی کیفیتِ استغراقِ حق کا یہ عالم ہوا کرتا تھا کہ عمر بھر کبھی بھی کوئی کیمرے بھی آپ کی تصویر (شبیہ) کھینچ نہ سکا۔ آپؒ کو احدیت کے مکیں حضرات تمکین میں شامل کہا جائے تو بجا ہوگا۔

خوب پہچانتا ہوں آپ کو بندہ پرور
دھوکہ دیگا کبھی کعبہ نہ کلیسا مجھکو

غیر تو غیر مجھے اپنی خبر تک بھی نہیں
اُس نے بے گانہ بنایا ہے کچھ ایسا مجھکو

آپؒ کو دیکھنا ہو تو آپؒ کے محل نظر و جانشین میرے مرشد قبلہ حضرت خالد وجودیؒ کو دیکھ لیں، کیوں کہ خود وجودی پیاءؒ فرمایا کرتے تھے "خاوند (خالد میاں) آپؒ جیسے مجھے ملے ہیں ویسا خود آپ (خالدؒ) کو کوئی نہیں مل سکتا۔" پیر پرستی (فنافی الشیخ) کا عالم کچھ ایسا تھا کہ خود خالد میاں قبلہ علیہ الرحمہؒ کا قد و خال، طرزِ گفتگو بلکہ شباہت تک وجودی پیاءؒ جیسی تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ آپؒ کی فوٹو لی گئی تو ہو بہو وجودی پیاءؒ جیسی اتری۔ بقول خود حضرت خالد میاں علیہ الرحمہ کے۔

مٹ گیا مٹ گیا تیرا خادم
رہ گیا رہ گیا وجودی پیاءؒ

نام کو بھی نہیں رہا خالدؔ
ہیں وجودی پیاء وجودی پیاءؒ

....

کہاں ہے کون ہے خالدؔ پتہ نہیں چلتا
سراپا یار ہے اس کا کچھ اور عالم ہے

بتاؤں کیا تمہیں خالدؔ مجھے شانِ وجودی میں
نظر آیا ہے ہر دم جلوہ بس شام و سحر اُسکا

....

یہ وجودی کا ہے کرم خالدؔ
تو جو اپنے کو پیر پاتا ہے

حضرت وجودی شاہ صاحب علیہ الرحمہ جید و ممتاز عالمِ دین و پیر طریقت، صاحبِ تصانیف

اور سب سے بڑھ کر اہلِ دل شاعر و عارف باللہ صوفی وفقیر ہیں آپ شریعت میں حنفی مسلک اور طریقت میں بالخصوص قادری و چشتی مشرب اور وحدت الوجود مذہب کے حامل رہے۔

مجھکو جو دیکھنا ہو وہی دیکھتا ہوں میں　　آئینہ ظہور میں کثرت ہی کیوں نہ ہو
ہے وحدت الوجود وجودیؔ کی نگاہ میں　　پیش نظر وجود کی کثرت ہی کیوں نہ ہو
کسے غیر جانوں کسے غیر مانوں　　تجھے دیکھتا ہوں جہاں دیکھتا ہوں
وجودیؔ کی آنکھوں سے دن رات تجھکو　　عیاں دیکھتا ہوں نہاں دیکھتا ہوں

آپ کا حمدِ باری تعالیٰ اور کلامِ عرفانی کا اسلوب اُردو ادب میں متبرک اور گراں قدر اضافہ ہے۔ جس کی افادیت کو بلاشبہ تحفظِ جان و ایمان سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ آپ کا علم مبلغ و سمیع و رفیع اور فکر و خیال وقیع و عمیق ہے۔ سخنستانِ وجودی ایک ایسا کلام ہے جس کی بلاغتِ نظام سے اردو، فارسی اور عربی ادب کے فیضان کی ترجمانی ہوتی ہے اور حمد، نعت، منقبت بلکہ غزلیات و رباعیات سب ہی قسم کے اصنافِ سخن دینِ مبین و مذہب اسلام کی تعلیمات اور رموز قرآنیہ کا عرفان آشکار ہیں۔ میں قارئینِ "سخنستانِ وجودیؔ" کے درمیان مزید حائل نہیں رہنا چاہتا اس متبرک سمندرِ اشعار سے چند قطرات ملاحظہ فرمائیں۔

مجھ میں صفات تیرے مجھ میں کمال تیرا　　میرا نمود گویا عکس جمال تیرا
ہجر و فراق تیرا گویا ہے موت میری　　یعنی حیات میری قرب و وصال تیرا
بندہ تیرا وجودیؔ طالب نہیں کسی کا
کرتا ہے در پہ تیرے تجھ سے سوال تیرا

....

تو جو اطلاق سے نکلا تو مقید ہوا میں　　آشکارا ہے مرے لفظ سے معنیٰ تیرا
ایک اک شئے سے نمایاں ہے نمائش تیری　　لامکاں ہی میں مقید نہیں جلوہ تیرا

ننگ عالم ہے زمانے میں وجودیؔ لیکن
ہے پرستار تیرا چاہنے والا تیرا

قدوم پاک پر قربان ہو کر آبرو پاؤں — یہی اللہ سے میری دعا ہے یا رسول اللہ ﷺ
تمہارے واسطے جینا تمہارے واسطے مرنا — کمال عبدیت کی انتہا ہے یا رسول اللہ ﷺ
حق کو منظور وہی آپ کو منظور جو ہے — امر حق آپ کا فرمان رسول عربی ﷺ
آپ اللہ نہیں اللہ سے مغائر بھی نہیں — ہے وجودیؔ کا یہ ایمان رسول عربی ﷺ

....

آؤ کعبہ سے مدینے میں خدا ملتا ہے — کسی بے گھر کا اسی گھر سے پتہ ملتا ہے
اسی چوکھٹ سے پڑی کعبہ حق کی بنیاد — یہی در ہے جہاں بندوں کو خدا ملتا ہے
للہ الحمد کہ محبوب خدا کا ہے غلام
ذرّہ ذرّہ میں وجودیؔ کو خدا ملتا ہے

بہت سہل رستہ ہے توحید کا — مگر شیخ کامل کو پا تو سہی
بنایا ہے صورت مسلمان کی — مگر دل کو مسلماں بنا تو سہی
بروں سے برا ہے وجودیؔ تو خیر
کوئی اس سے اچھا دکھا تو سہی

....

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اطہر و اقدس کی تقدیس اور تعلیم کا احساس، حقیقت محمدی ﷺ کے اسرار و معارف کا امتزاج لئے حضرت وجودیؔ علیہ الرحمۃ اپنے کلام کو ایمانیت اور مخصوص صوفیانہ رنگ سے سجاتے ہیں۔ کلام میں آتشِ عشق، جذبہ بے اختیار، فیضانِ محبت کی کیفیت، اظہار کی بے ساختگی، معنوی گہرائی، خیال کی پاکیزگیاں، فنی آگاہی، الفاظ کی

سجاوٹ اور خیال کی بلندی کے باوجود موضوع مقدس کا مکمل شعوری احترام بلا شبہ حضرت وجودی شاہ علیہ الرحمہ کا خاصہ واعجاز ہے۔ ملاحظہ ہو۔

تعین میں تشخص میں تحدد میں تحصر میں　　سمجھنے والے بھی سمجھے تو بے چون و چرا سمجھے

وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن　　یہ اک راز حقیقت ہے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

منزہ ہر تعین سے مشخص ہر تشخص سے　　اُسی کو ہم ھُـو سمجھے اُسی کو ہم اَنا سمجھے

وہی موجود عالم ہے وہی مشہود عالم ہے　　مگر ہر حال میں سمجھے تو بے چون و چرا سمجھے

....

اُبھر اُبھر کے جو مٹ جاتے ہیں لب دریا　　فنا کے درس کو از بر حباب کرتے ہیں

ہزار فتنے اُٹھیں لاکھ حشر برپا ہو　　جو مرد ہیں وہ کہیں اضطراب کرتے ہیں

جو بے خبر ہیں وجودیؔ رہِ تصرف میں
خرابیوں کا وہی فتح باب کرتے ہیں

....

جسم شریعت یاد رکھ قلب طریقت شاد رکھ
پھر روح کو آباد رکھ غیر خدا کوئی نہیں

دریا سے کب قطرہ جدا، مولیٰ سے کب بندہ جدا
کب شخص سے سایہ جدا غیر خدا کوئی نہیں

جس طرح جاں سے خو الگ، جس طرح گل سے بو الگ
اُس طرح حق سے تو الگ غیر خدا کوئی نہیں

....

رضا و صبر و تسلیم و توکل　　حقیقت میں یہ ہیں ابواب اخلاص

غرض کوئی نہ ہو دنیا و دیں کی تو پھر ہوتا ہے فتح باب اخلاص

....

مرگ و حیات پردۂ اسرار غیب ہے مشہود ہے فنا و بقا کے سوا کچھ اور
دانہ تو ایک تھا گل و برگ ثمر نہ تھے جب صورت درخت میں آیا بنا کچھ اور
دھوکہ تشخصات کا ہوتا ہے ذات کے لیکن وجودیؔ میں نہیں انت انا کچھ اور

....

رونق افزائے دو جہاں ہیں آپ پھر مزہ یہ کہ لامکاں ہیں آپ
آنکھ پاتی جو کچھ بھی گویائی بول اُٹھتی کہاں کہاں ہیں آپ
غیر کو آپ تک رسائی نہیں آپ اپنے ہی پاسباں ہیں آپ
اٹھے کبھی نقاب جو احمد کے میم کا پھر جلوہ بے حجاب ہے حسنِ قدیم کا

....

رخ پہ اسلام فدا زلف پہ ہے کفر فدا خوب آباد ہے بت خانہ و کعبہ تیرا
لطف و کرم نے تیرے مجھ کو بچا لیا گھبرا دیا تھا ورنہ کبر و غرور تیرا
بے خودی ہے کہ فراموشی ہے میں تو میں تم بھی مجھے یاد نہیں
ہم نے جس روز سے توبہ کرلی میکدہ ایک بھی آباد نہیں
آپ کہتے ہیں وجودیؔ کو برا
کچھ یہ اللہ کا ارشاد نہیں

چند رباعیات:۔

زاہد بھی نہیں صاحب تقویٰ بھی نہیں صوفی بھی نہیں طالب مولا بھی نہیں
لیکن میرے مالک مجھے اتنا کہدے میں کچھ بھی نہیں کیا تیرا بندہ بھی نہیں

....

ہر شئے کو ہے گھیرے ہوئے رحمت تیری ہر ایک سے یکساں ہے محبت تیری
میں عفو کے قابل تو نہیں ہوں لیکن گر بخش دے مجھ کو تو عنایت تیری

....

ہے نور تو پھر ہستی وظلمت کیا ہے
رحمت ہے تو عصیاں کی حقیقت کیا ہے
ہم بندۂ احمد ہیں وجودیؔ خاموش رونے کی تڑپنے کی ضرورت کیا ہے

....

ثابت قدمِ عشق جو پایا مجھکو کی مشقِ ستم یوں کہ مٹایا مجھکو
اٹھنے نہ دیا نقشِ کفِ پا کی طرح ظالم نے ٹھکانے سے لگایا مجھکو

....

اسباب نشاط و عیش پہ مسرور نہ ہو ظلمت کدۂ نفس میں محصور نہ ہو
اک روز قدم گور میں رکھنا ہے تجھے دو روز کی زندگی پہ مغرور نہ ہو

....

سید ہوں مجھے متمنی کہتے ہیں اجداد کو میرے مدنی کہتے ہیں
صدیق ہیں نانا تو ہیں دادا حیدر ایسے کو شرافت کا دھنی کہتے ہیں

حمد' نعت' منقبت' غزل ورباعی تمام اصنافِ سخن کہلاتے ہیں۔ ان میں غزل اور رباعی کثیر الجہات اصناف ہیں۔ اس لئے غزل ورباعی صنف میں ایجازِ سخن اعجازِ سخن ہے۔ حمد نعت اور منقبت کے لغوی معنیٰ مدح وثنا' تعریف وتوصیف ہے اور مجازاً حمد' خاص اللہ تعالیٰ' اور نعت' خاص حضور خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم اور منقبت' خاص بزرگانِ دین واولیاء کرام کی تعریف و توصیف ہے۔ بیانِ اوصاف کیلئے نثر ونظم کی شرط نہیں کسی بھی پیرائے میں اظہار ہوسکتا ہے تاہم شعری آہنگ ایک روایت ہے۔ قرآن مجید نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کی

تاکید فرمائی ہے اور ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سنت الٰہیہ ہے۔
''جب بھی میرا ذکر کیا جائے گا تو (محبوب) میرے ساتھ تمہارا ذکر بھی کیا جائے گا''۔ (حدیث)
نعت گوئی کی روایت اتنی قدیم ہے جتنی ہماری تاریخ۔ خود عہدِ رسالت میں نعت گوئی کا ثبوت جماعتِ صحابہ میں سے ایک سو ساٹھ (١٦٠) صحابہ اور بارہ (١٢) صحابیات کے نعت گو ہونے کا ملتا ہے۔ ان میں حضرت حسان بن ثابتؓ کو نمایاں مقام حاصل رہا ہے۔ اردو میں نعتیہ شاعری دراصل عربی فارسی اور ترکی زبانوں کی نعتیہ شاعری کا تسلسل ہے۔ چنانچہ ذکر و فکر، صبر و شکر، تسلیم و رضا، بلکہ وعظ و نصیحت کا سرمایہ زیرِ نظر سخنستانِ وجودیؒ بھی اُسی قدیم نعتیہ شعری کے مقدس سلسلہ کی نہایت منور اور فیض بخش کڑی ہے۔

حضرت وجودی شاہ علیہ الرحمہ کے والد بزرگوار کا اسمِ گرامی عارف باللہ ابو محمد ہادی عبد اللہ قادری قدس سرہ کا شمار اولیاء کرام میں ہوتا ہے۔ آپؒ بیجا پور (خراساں) سے دکن حیدرآباد تشریف لائے تھے اور یہیں وصال ہوا۔ مزارِ مبارک چنچل گوڑہ کے قبرستان میں زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ عرسِ مبارک ۷ رمحرم کو ہر سال سادہ طریقہ پر منایا جاتا ہے۔

حضرت وجودی شاہ علیہ الرحمہ اپنے پیر و مرشد کے حکم سے ضلع نیلور (اُس وقت مدراس کہا جاتا تھا) میں مقیم رہے۔ چنانچہ وہاں بھی آپؒ کے مریدین اور معتقدین کی کثیر تعداد آج بھی ہے۔

آپ کو ایک صاحبزادہ تولد ہوا جس کا انتقال عین نوجوانی میں ہوگیا۔ اور آپؒ نے ایک کے بعد دوسرا تین نکاح فرمائے۔ آپؒ کی روحانی اولاد (مریدین) میں حضرت خالد وجودی علیہ الرحمہ نے سب سے بڑھ کر آپؒ کی خدمت کی اور آپؒ نے بھی اُن ہی کو چاہا۔ چنانچہ آپؒ (وجودیؒ) کے وصال مبارک ۱۱ رذی الحجہ ۱۳۶۲ھ م 1941ء کے بعد آپ کے مریدین و خلفاء نے متفق

طور سے حضرت شاہ محمد خالد وجودی علیہ الرحمہ کو آپؒ کا جانشین وسجادہ چن لیا۔

حضرت وجودی علیہ الرحمہ کا مزار اقدس وجودی نگر بارکس حیدرآباد میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔عرس شریف کی تقاریب ۱۱/۱۲/۱۳/ذی الحجہ کو ہر سال منائی جاتی ہیں اور مریدینِ سلسلہ اور معتقدین وزائرین کثیر تعداد میں شریک ہوتے ہیں۔مزارِ مبارک کا حجرہ جو ایک وسیع میدان میں گنبدِ مبارک کی بنیاد کے ساتھ موجود تھا گزشتہ تین سال قبل یعنی ۲۰۰۴ء میں عالی شان گنبد مبارک سے مبدل کردیا گیا۔گنبد کی تعمیر کا کام حضرت خالد وجودی علیہ الرحمہ کے جانشین حضرت خواجہ معین الدین ولد حضرت خواجہ عارف الدین کی نگرانی میں تکمیل پایا۔حضرت شاہ محمد خالد وجودی علیہ الرحمہ کا وصال مبارک ۱۱/جمادی الاخر ۱۴۰۸ھ م ۳۰/جنوری 1988ء کو ہوا اور آپؒ کے مزار کا حجرہ مبارک آپؒ کے پیر حضرت وجودی علیہ الرحمہ کے پائین میں کشادہ زمین پر واقع ہے۔بارگاہ خالدؒ اور بارگاہ وجودیؒ کے سجادہ نشین حضرت خواجہ معین الدین خالدی القادری مدظلہ ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت باکرامت رکھے۔ آمین فقط

فرزند وجانشین

حضرت خواجہ ابوالخیر میر مومن علی شاہ قادریؒ

خادم، سید محی الدین میر لطیف اللہ شاہ قادری خالدی

سابق مہتمم پولیس حیدرآباد، صدر لطیف اکیڈیمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف☆

مصنف ''سخنستان وجودی'' کا تعارف اللہ اکبر میں حیران ہوں کہ اس مقدس شخصیت کا تعارف کن الفاظ میں کراؤں قلم عاجز ہے دماغ چکرا رہا ہے ان کی تعریف مجھ ہیچمداں کے دائرہ امکان سے بالاتر ہے۔

حضرت مصنف کا اسم گرامی عمدۃ العارفین زبدۃ المحققین قطب الشریعت امام الحقیقت فرید الاحباب وحید الاقطاب جامع الاضداد رئیس الاوتاد سلطان الاسرار برہان الانوار حجتہ الاولیاء دلیل الاصفیاء قبلۃ العرفان کعبۃ الایقان سراج الحقائق کاشف الدقائق شیخ الکامل جمال الملت والدین شاہ ابو الرضا سید محمد بادشاہ محی الدین وجودیؔ قادری الچشتی رحمتہ اللہ علیہ اور آپ کے والد بزرگوار عمدۃ المحققین عارف باللہ شاہ ابو محمد سید محمد عبد اللہ قادری قدس سرہ کا شمار اولیاء کرام میں ہے۔ آپ حسینی سادات سے ہیں نسبی سلسلہ قاسم ولایت حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہٗ سے (۳۲) واسطوں پر ختم ہوتا ہے آپ وجودی شاہ صاحب کے نام سے معروف وجودیؔ تخلص فرمایا کرتے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی کے سرچشمہ ہونے کے علاوہ فنون مختلفہ کے ماہر تھے ہر علم و فن کا آدمی آپ سے فیضیاب ہوتا تھا۔ آپ کی بزم صحبت خیر القرون کی یادگار تھی سن ۳۴ء میں خیر المرشدین حضرت خواجہ شمس الدین محمد چشتی

☆ابو الخیر وزیر علی قادری الابراہیمی الوجودی علیہ الرحمہ نے سخنستان وجودی کی پہلی ایڈیشن میں شامل کیا تھا جو ۱۳۷۲ھ میں شائع ہوا تھا۔

القادری اورنگ آبادی سے بیعت فرمائی اور حضرت خواجہ ممدوح سے تعلیم وتلقین حقائق و معارف کے بعد سند اجازت وخلافت قادریہ عالیہ و چشتیہ وعیدروسیہ وسہروردیہ و مداریہ حاصل فرمائی ان سلاسل خمسہ کا سلوک اورنگ آباد شریف میں بمقام درگاہ حضرت شاہ نورالدین حموی قدس سرہ طے فرمایا حضرت وجودیؔ علیہ الرحماں کی ذات گرامی کشف وکرامات کی مظہر تھی سادگی خوش خلقی عجز وانکساری بدرجہ اتم آپ میں موجود تھا۔ صبر وتوکل آپ کی پاک زندگی کا وطیرہ رہا ہے تعلیم وتلقین اور مختلف علمی مباحث میں اپنی آپ نظیر تھے ہمیشہ تالیف وتصنیف میں مشغول رہتے شہرت نام ونمود سے کنارہ کش تھے بیعت سے مشرف کرنے میں احتیاط ملحوظ رکھتے کامل عقیدت و طلب صادق پر داخل سلسلہ فرماتے اور اس کے ساتھ ساتھ منشاء بیعت کی تکمیل کی جانب پوری توجہ مبذول فرماتے۔ تکلموا الناس علی قدر عقولهم پر کاربند تھے یعنی مرید کو اس کی صلاحیت کے بموجب تعلیم وتلقین سے سرفراز فرماتے اور اس کے بعد عمل کی جانب راغب کرنے میں انتہائی کوشش فرماتے باآخر اپنے مرید باصفا سے یہ فرماتے ہوئے میں نے بارہا سنا ہے کہ:

ہم نے منشاء بیعت کی تکمیل کردی اور اپنا حق ادا کردیا ہے اس پر عمل کرنا تمہارا کام ہے جیسا عمل کروگے ویسا پھل پاؤگے ہر شخص اپنے عمل سے پوچھا جائے گا۔

آپ کے ارشادات وملفوظات حقائق و معارف اگر جمع کئے جائیں تو ایک ضخیم کتاب کی صورت اختیار کرسکتی ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ عرس شریف تک ان کو جمع

کرنے کی کوشش کی جائے گی تا کہ طالبان حق کیلئے تسلی وتشفی کا موجب ہوسکے۔ بہر حال یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت وجودیؔ رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت کمالات کی جامع اور علم باعمل اور عمل بالاخلاص اور اخلاص باالاستقامت کی مکمل نمونہ تھی۔ بقرعید سن ۱۳۶۲ھ کا دن آیا مریدین معتقدین واحباب ملاقات عید کیلئے جمع ہونا شروع ہوئے معلوم ہوا کہ خلاف عادت در دولت مامور ہے مزاج مبارک ناساز ہے کسی سے ملنا منظور نہیں ہے بہت دیر تک اس عاجز گنہگار پر سکتہ کا عالم طاری رہا عید کی مسرت غم و اندوہ میں مبدل ہوچکی تھی۔ دل دھڑک رہا تھا روح تڑپ رہی تھی در و دیوار پر اداسی چھائی ہوئی تھی اس کے دوسرے ہی دن علی الصباح در دولت پر حاضری دی گئی تو معلوم ہوا کہ مزاج ویسا ہی ہے کسی کو باریاب ہونے کی اجازت نہیں ہے چشم پرنم مایوس لوٹا تمام دن بیقراری میں گزرا بوقت عصر بروز پنجشنبہ دل کی دھڑکنوں نے آواز دی کہ

افسوس انتقال وجودیؔ کا ہوچکا
دنیائے حسن وعشق کا ایک راز دار تھا

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دواما

والا مرتبت حضرت وجودیؔ کی بافیض علمی زندگی کا سرمایہ (۸۴) کتب علوم و فنون پر مشتمل ہے جن میں علم تصوف کی تصانیف انوار الشمس فی معرفت النفس،

کتاب الاسرار ارشادات شمسی، کلیات وجودیؔ، خاص اہمیت کی حامل ہیں جو حضرت مصنف علیہ الرحمہ کے تجرِ علمی و جانشینی مسند ولایت غوثیہ کا کھلا ثبوت ہیں۔

حضرت وجودیؒ کا جس قدر کلام مل سکا ان کی اشاعت وطباعت "سخنستان وجودیؔ" کے نام سے عمل میں آئی ہے الحمدللہ علیٰ ذالک مکمل کلام اگر دست یاب ہو جائے تو ان شاء اللہ آئندہ عرس شریف تک اس کی طباعت کی سعادت حاصل کی جائیگی۔ حضرت والا مرتبت کو اگر منظور ہو تو آپ کی بے نظیر تصانیف کو یکے بعد دیگرے منظر عام پر لانے کی کوشش کی جائے گی۔ واللہ المستعان۔

حضرت وجودیؒ کے خلفاء میں آپ کے مخصوص جانشین جناب مولانا ابوالفیض شاہ محمد خالد بن جان نثار یار جنگ سجادہ نشین بارگاہ وجودیہ کا تعارف بھی اس موقع پر لازم وملزوم ہے۔ وہی انداز وہی ادائیں ان میں ساری وطاری ہیں۔ بیشک یہ بزم وجودی کی زندہ یادگار ہیں۔ جناب خالد کے فیوضات و برکات سے صدہا اشخاص مستفید ہورہے ہیں۔ تعلیم وتلقین کا سلسلہ جاری ہے حضرت وجودیؒ کی ذات ستودہ صفات سے میاں خالد مدظلہ کو جو تعلق خاطر ونسبت روحی حاصل ہے اس واقع سے اندازہ کرنا دشوار نہ ہوگا کہ وہ ذات بابرکات میاں خالد کی سرزمین پر بمقام بارکس آرام فرما ہوئی۔ جس کا انتخاب حضرت والا مرتبت نے اپنے حین حیات فرمایا تھا حالانکہ نذر پیش کندگان میں عاجز وعاصی بھی شامل رہا لیکن یہ مخصوص سعادت بھی میاں خالد مدظلہ کے حق میں لکھی تھی وہ لق دق چٹیل میدان آج جس قدر ضوفشانی کر رہا ہے وہ سب میاں خالد مدظلہ کی ذات وجودیؔ میں فنائیت کا ثبوت ہے۔

متلاشیان راہ حقیقت کو فیضان وجودی سے باستصواب میاں خالد دام فیوضہٗ سے استفادہ کا اب بھی موقع باقی ہے اللہ تعالیٰ انہیں صدہا سال سلامت باکرامت رکھے آمین۔

یونہی گردش میں رہے ساغر و پیمانہ تیرا
تو سلامت رہے قائم رہے میخانہ تیرا

والسلام

عاجز و عاصی

ابوالخیر میر وزیر علی قادری الابراہیمی

سخنستانِ وجودی

پہلا ...... باب

حمد باری تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ و حبیبہ
سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین و العاقبۃ للمتقین

1

غم نہیں تن سے نکل جائے مری جاں یا ربّ — ہے تمنا کہ سلامت رہے ایماں یا ربّ
موت بھی مجھ کو میسر ہو مسلمانوں کی — جب کہ پیدا ہے کیا مجھ کو مسلماں یا ربّ
لب پہ قرآن تو رہتا ہے کرم سے تیرے — لیکن اب دل میں رہے معنیِ قرآں یا ربّ
ہاں ملے یا نہ ملے مجھ کو وقارِ دنیا — آرزو ہے کہ رہوں دین میں ذیشاں یا ربّ
عرض کرتا ہے شب و روز وجودیؔ تجھ سے
کہ ترقی پہ رہے نعمتِ عرفاں یا ربّ

2

مجھ میں صفات تیرے مجھ میں کمال تیرا — میرا نمود گویا عکس جمال تیرا
ہجر و فراق تیرا گویا ہے موت میری — یعنے حیات میری قرب و وصال تیرا
میری مراد یہ ہے اور میرا کام یہ ہے — ہر وقت ذکر تیرا ہر دم خیال تیرا
بندہ ترا وجودیؔ طالب نہیں کسی کا
کرتا ہے در پہ تیرے تجھ سے سوال تیرا

3

سر ترا جان تری دل بھی ہے میرا تیرا
کہ حقیقت میں سراپا ہوں سراپا تیرا

بند ہر قید سے آزاد ہے جلوا تیرا
نقد ہے چشمِ بصیرت کو تماشا تیرا

دیکھ لے گا جو کوئی دیدۂ باطن سے مجھے
چشمِ ظاہر میں سما جائے گا نقشا تیرا

حق ہے تو عبد ہوں میں شخص ہے تو عکس ہوں میں
روزِ اوّل ہی سے بس ساتھ ہے میرا تیرا

تو جو اطلاق سے نکلا تو مقید ہوا میں
آشکارا ہے مرے لفظ سے معنے تیرا

بزمِ کثرت میں بھی توحید نگاہی نہ گئی
تجھ سے کیا خوب شناسا ہے شناسا تیرا

کیا ہوں میں کون ہوں میں کچھ بھی نہیں ہوں لیکن
مرآتِ ذات میں ہے میرے سراپا تیرا

لاکھ پوشیدہ رہے پردۂ اطلاق میں تو
دیکھ لیتا ہے تجھے دیکھنے والا تیرا

ایک اک شئے سے نمایاں ہے نمائش تیری
لا مکاں ہی میں مقید نہیں جلوہ تیرا

فتنۂ حسن بلا ہے اثرِ عشق غضب
راز یہ فاش نہ کر دے کہیں میرا تیرا

رُخ پہ اسلام فدا زُلف پہ ہے کفر فدا
خوب آباد ہے بُت خانہ و کعبہ تیرا

غمِ عصیاں چہ کنم خوفِ خطا نیست مرا
یاد دارم زازل لطف و عنایاتے را

داستاں دل کے مچلنے کی سناؤں کس کو
کوئی کیا جانے تعلق جو ہے میرا تیرا

کعبہ و دیر کی راہیں تو ہیں مشہور مگر
دلِ عاشق میں ہے ایک اور بھی رستہ تیرا

اے خرابات[1] کے والی! نظرِ لطف و کرم
خم ترا جام ترا مئے تری شیشہ تیرا

میری رگ رگ میں بسائی گئی خواہش تیری
میری نس نس میں سمایا گیا منشاء تیرا

ایک ہی جام پلا دے مجھے کھو جانے کا
تو سلامت رہے قائم رہے جلسہ تیرا

---

1. میکدہ

بت کدہ ہو کہ حرم سب میں تجلی تیری لا مکاں ہو کہ مکاں سب میں ہے جلوہ تیرا
کعبہ سے سلسلہ تیرا ہے صنم خانے تک برہمن تجھ پہ فدا شیخ ہے شیدا تیرا
ذرے ذرے میں جہاں کے تجھے پالیتا ہے خود ہی کھو جائے اگر ڈھونڈنے والا تیرا
☆خودی کو مری فنا کردے اپنی ہستی میں کہ تقید میں بھی مطلق رہے بندا تیرا
مئے ہے میخوار ہیں گھنگور گھٹا ہے ساقی جام پر جام پلا دے مجھے صدقہ تیرا
تنگ عالم ہے زمانے میں وجودیؔ لیکن
ہے پرستار ترا چاہنے والا تیرا

4

دل میں سرور تیرا آنکھوں میں نور تیرا اک جا حضور تیرا اک جا ظہور تیرا
اول ہے اور آخر ظاہر ہے اور باطن بے پردہ نور تیرا پردہ میں نور تیرا
برگ و شجر میں گل میں ہر ایک رنگ و بو میں شانِ وجود تیری حُسنِ ظہور تیرا
کونین میں الٰہی سارا ظہور تیرا جلوہ نہیں مقید بالائے طور تیرا
لطف و کرم نے تیرے مجھ کو بچا لیا ہے گھبرا دیا تھا ورنہ کبر[1] و غرور تیرا
دن رات تجھ سے یارب میری یہی دعا ہے قائم رہے ہمیشہ دل میں حضور تیرا
ہوش و حواس والے سرگرمِ جستجو ہیں کیا کیا چھپا رہا ہے تجھ کو ظہور تیرا
مانا کہ یہ وجودیؔ عاصی ہے پُر معاصی
ہے کام بخش دینا ربِّ غفور تیرا

---

[1] بزرگی و بڑائی ☆ یہ مصرع اس بندۂ عاجز کی طرف سے ایک جرأت ہے۔ اللہ معاف کرے۔

(5)

رونق افزائے دو جہاں ہیں آپ
پھر مزہ یہ کہ لا مکاں ہیں آپ

آنکھ پاتی جو کچھ بھی گویائی
بول اٹھتی کہاں کہاں ہیں آپ

حرم و دیر آپ سے آباد
کفر و ایماں کے قدرداں ہیں آپ

کیوں پرستش کروں نہ میں اپنی
رگِ جاں میں میری نہاں ہیں آپ

آنکھ والوں سے پوچھ لے کوئی
ایک اک چیز سے عیاں ہیں آپ

سیر کرتے ہیں پھول چنتے ہیں
باغ ہیں گل ہیں باغباں ہیں آپ

ساحل و بحر و موج و طغیانی
ماہ و خورشید و آسماں ہیں آپ

لا مکاں یوں کہ ہر مکاں میں عیاں
پھر نشاں یہ کہ بے نشاں ہیں آپ

آپ ہر قید[1] سے منزّہ[2] ہیں
اور ہر قید سے عیاں ہیں آپ

شاہد لا اِلٰہ الّا ھو!
حاصلِ معنیِ قرآں ہیں آپ

سچ جو پوچھو تو آپ سب کچھ ہیں
لیکن اغیار سے نہاں ہیں آپ

غیر کو آپ تک رسائی نہیں
آپ اپنے ہی پاسباں ہیں آپ

اِن وآں سے نہ کیوں ہو بے پروا
کہ وجودیؔ پہ مہرباں ہیں آپ

[1] مکان، امکان، اعتبار (Stipulation)   [2] آزاد (Free)

6

اصلِ[1] شریعت ہے یہی غیر خدا کوئی نہیں
نفس[2] حقیقت ہے یہی غیر خدا کوئی نہیں

معبود ہر ملّت[3] وہی مقصود ہر فطرت وہی
وحدت وہی کثرت وہی غیر خدا کوئی نہیں

جنبیدہ[4] و ساکن وہی ظاہر وہی باطن وہی
واجب[5] وہی ممکن[6] وہی غیر خدا کوئی نہیں

تکمیل ایماں ہے یہی تحصیل عرفاں ہے یہی
تعلیم قرآں ہے یہی غیر خدا کوئی نہیں

جسمِ شریعت[7] یاد رکھ قلب[8] طریقت شاد رکھ
پھر روح[9] کو آباد رکھ غیر خدا کوئی نہیں

دریا سے کب قطرہ جدا مولا سے کب بندہ جُدا
کب شخص سے سایہ جُدا غیر خدا کوئی نہیں

صورت گرِ صورت وہی رائی[10] وہی مرئی[11] وہی
کثرت نما وحدت وہی غیر خدا کوئی نہیں

بندہ کہو مولا کہو پیشِ نظر وہ ذات ہو
یوں غیریت سے ہٹ چلو غیر خدا کوئی نہیں

ضد[12] کا پتہ چلتا نہیں نِد[13] کا نشاں ملتا نہیں
کوئی شریک اُس کا نہیں غیر خدا کوئی نہیں

یہ ہے ادب جانِ ادب ربّ کو سمجھ عینِ عرب
تو دیکھ ہیں دو ذات کب غیر خدا کوئی نہیں

جس طرح جاں سے خُو الگ جس طرح گل سے بُو الگ
اس طرح حق سے تو الگ غیر خدا کوئی نہیں

ذاتِ علی میں مصطفٰے نفسِ نبی ﷺ میں کبریا
ہے اور کیا اس کے سوا غیر خدا ہوئی نہیں

دانہ میں ہے پنہاں شجر، پنہاں شجر میں ہے ثمر
لذّت ثمر میں خفیہ تر غیر خدا کوئی نہیں

اک ذات صدہا[14] اسم میں اک جاں ہزاروں جسم میں
اک جنس لاکھوں قسم میں غیر خدا کوئی نہیں

دیر و حرم میں کون ہے عرب و عجم میں کون ہے
اور تم میں ہم میں کون ہے غیرِ خدا کوئی نہیں

---

[1] بنیاد (Fundamental)۔ [2] رازِ حقیقت [3] ملت قوم (اُمت) [4] متحرک [5] خدا [6] بندہ
[7] تزکیہ نفس [8] تزکیہ قلب [9] لطیفہ روح [10] ناظر [11] منظور [12] مقابل [13] برابر [14] کئی

عالَم تمام اسما ہیں سب اُن کا مسمّٰی ذاتِ ربّ — اَحْوَل[1] ہے تو، اے بوالعجب[2] غیر خدا کوئی نہیں
حور و ملک جن و بشر ارض و فلک شمس و قمر — دشت و جبل یا بحر و بر غیر خدا کوئی نہیں
بے زور و زر بے بال و پر تازہ توانا خوب تر — یا اور کوئی ہو مگر غیر خدا کوئی نہیں
عرشِ علا فرشِ زمیں نارِ سقر[3] خلد بریں — غیر خدا کوئی نہیں غیر خدا کوئی نہیں
پیدا وہی افعال سے ظاہر وہی اعمال سے — ثابت وہی احوال سے غیر خدا کوئی نہیں
آنکھوں میں وہ نورِ نظر، دل میں سرورِ تازہ تر — جانِ جہاں میں جلوہ گر غیر خدا کوئی نہیں
اسلام کی تنزیہ[4] میں اور کفر کی تشبیہ[5] میں — ہر ایک کی توجیہ[6] میں غیر خدا کوئی نہیں
عالم نہیں عالم وہی آدم نہیں آدم وہی — پیشِ نظر ہر دم وہی غیر خدا کوئی نہیں

نفسِ وجودیؔ شمس دیں حق الیقیں حق الیقیں
غیر خدا کوئی نہیں غیر خدا کوئی نہیں

---

[1] بھینگا (ٹیڑھی نظر سے دیکھنے والا) یعنی جس کو پورا ادراک نہ ہو۔ [2] عجیب [3] دوزخ
[4] توحید پرستی ذات [5] بت پرستی (صفات) [6] مرکوز توجہ و خیال

7

دیکھ کونین میں اللہ کے سوا کچھ بھی نہیں
وہی موجود ہے یہ اَنتَ اَنا کچھ بھی نہیں

ذات واحد کی نمائش ہے بانواعِ دگر
غور کر اس کے سوا اور ہے کیا کچھ بھی نہیں

کیا ہے تو کون ہے تو اپنی حقیقت کو سمجھ
اصل عرفاں ہے یہی اسکے سوا کچھ بھی نہیں

ہے وہی سب کی حقیقت وہی سب کا مرجع
ما سوی اللہ کو نمائش کے سوا کچھ بھی نہیں

لغزش دید کی تاثیر ہے نظارۂ غیر
دونوں عالم میں بجز ذات خدا کچھ بھی نہیں

ایک اک شئے سے نمایاں ہے نمائش اسکی
دوسرا اور کوئی اس کے سوا کچھ بھی نہیں

فتنۂ عقل نے گمراہ کیا ہے ورنہ
مدعا کچھ بھی نہیں اور دعا کچھ بھی نہیں

یہ نظر کی ہے خطا اور سمجھ کا ہے قصور
فی الحقیقت بخدا غیر خدا کچھ بھی نہیں

وہم و پندار کی آفت سے بچا شکر خدا
غیر کا شبہ وجودیؔ کو رہا کچھ بھی نہیں

سخنستانِ
وجودی

دوسرا......باب

نعت شریف

(8)

اُٹھے کبھی نقاب جو احمد کے میم کا
پھر جلوہ بے حجاب ہے حسنِ قدیم کا

فہم و خرد سے دور جو تھا اس کو پالیا
اللہ بھلا کرے میری عقلِ سلیم کا

مقصد ملا مراد ملی مدعا ملا
صدقہ یہ ہے جنابِ رسولِ کریم کا

مومن کو ڈھونڈ ڈھونڈ کے دیتے ہیں نعمتیں
کرتے نہیں لحاظ عقیل و فہیم کا

تصویرِ کائنات نظر کا فریب ہے
ہے مرأت حدوث میں جلوہ قدیم کا

رہزن کا ڈر صعوبتِ راہ[1] خوف جاں نہیں
پُر امن ہے طریق رسولِ کریم کا

گستاخ بھی ہوں تم سے میں ڈرتا بھی تم سے ہوں
عالم عجیب ہے مرے امید و بیم[2] کا

بندہ نوازیاں جو نگاہِ کرم کرے
پہنچے دماغ عرش پہ حالِ سقیم[3] کا

تاثیر یہ حضور کے جلوہ گری کی ہے
پایا بلند ہوگیا عرشِ عظیم کا

کوثر مِرا بہشت مِری حور میرے ہیں
بندہ ہوں، کلمہ گو ہوں رسولِ کریم کا

جو آپ کی رضا ہے وہی ہے رضا مِری
نا خوش جحیم[4] سے ہوں نہ طالب نعیم[5] کا

واحد کے ساتھ غیر کا اشارہ[6] شرک
شاہد ہے لفظ قرآنِ حکیم کا

محبوبِ کبریا کا وجودی غلام ہوں
مجھ کو نہیں ہے خوف لعینِ رجیم[7] کا

---

1 مسئلہ (پریشانی) 2 خوف 3 دشوار 4 دوزخ 5 جنت 6 حلول (ملانا یا برابر ماننا) 7) ابلیس

9

سبق الحمد سے پڑھتا ہوں میں وصفِ[1] محمد ﷺ کا
طریقہ مل گیا قسمت سے اللہ کی خوشامد[2] کا

زباں پر نام ہے دل میں تصور ہے محمد ﷺ کا
کہ ختم المرسلیں پر خاتمہ ہے میرے مقصد کا

نہ ہوگی جلوہ فرمائی مرے سرکار کی جب تک
قفس ہر گز نہ ٹوٹے گا مری روح مقید کا

حقیقت دیدۂ وحدت نگر[3] کی سب پہ کھل جائے
کبھی اللہ کرے اٹھ جائے پردہ میمِ احمد ﷺ کا

بسایا آپ نے کعبہ بتوں کو توڑ کر پھینکا
حرم شاہد رہیگا آپ کے احسان بیحد کا

فدائے مصطفٰے ﷺ ہو کر خدا کو پا لیا ہم نے
یہ نسخہ ہاتھ آیا خوب ہی تحصیل[4] مقصد کا

مقامِ قربِ ربانی میں ہوتی ہے بسر اُس کی
نصیبوں سے کھلا ہے بھید جس پر میمِ احمد ﷺ کا

وجودیؔ مرتبہ میرا کوئی جانے تو کیا جانے
کہ سب کو نین ہے محتاج میرے جدِ امجد کا

10

رحمتِ عالم شفیعِ عاصیاں روحی فداک
چارہ بے چارگانِ دوجہاں روحی فداک

باعثِ تسکینِ قلبِ عاشقانِ درد مند
راحت و آرام جانِ طالباں روحی فداک

سیّدِ ہر دوسرا محبوبِ ربِّ ذوالجلال
باعثِ پیدائشِ کون و مکاں روحی فداک

---

[1] تعریف (تعظیم)، [2] منانا (رضاجوئی) [3] عارف (فنافی الرسول) [4] حصول

11

قربانِ شہ یثرب و بطحا ہے مرا دل — صد شکر کہ اچھے سے بھی اچھا ہے مرا دل

سودا گہِ زلف شہِ عالم ہے مرا سر — الفت زدۂ سیّدِ والا ہے مرا دل

محبوبِ خدا فخرِ رُسل رحمتِ عالم — ہاں دیکھئے کس پر ہوا شیدا ہے مرا دل

یا شاہِ مدینہ نظرِ لطف خدا را — مغموم[1] بہت ہجر میں رہتا ہے مرا دل

مرجاؤں گا گر یاد نہ کیجئے مجھے مولا — اب تو یہی سونچا ہوا بیٹھا ہے مرا دل

ان شکل پرستوں کو حقیقت کی خبر کیا — دل والا کوئی ہو تو کہے کیا ہے مرا دل

خلوت کدۂ[2] احمد بے میم بنے گا — اللہ کے محبوب پہ شیدا ہے مرا دل

کھل جائیں اگر دیدہ ٔ باطن تو کھلے راز — اک واسطۂ رویت مولا ہے مرا دل

سو جان سے قربان ہے یہ کوئے نبی پر — فردوس کی پرواہ نہیں کرتا ہے مرا دل

یوسف سے نہیں ماہ[3] مدینہ سے مجھے عشق — کیا صاحب تقدیرِ زلیخا ہے مرا دل

رہتا ہے مُراقب بہ خیالِ شہِ کونین — شاگرد اویسِ قرنی کا ہے مرا دل

وہ تو فلکِ حُسن[4] ہیں بے شک مرے مولا — قسمت کا دھنی چاند کا بالا[5] ہے مرا دل

دیوانہ مرا دل ہے محبت میں نبیﷺ کی — حق میں دلِ عشاق کے کعبہ ہے مرا دل

محبوب خدا کا ہوں پر ستار وجودیؔ
کونین سے بیگانہ پرایا ہے مرا دل

---

[1] غم زدہ ، [2] مرکزِ تجلی، [3] چاند یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [4] حسن میں یکتا [5] محل (خانہ)

(12)

روئے احمد ﷺ کے مقابل میں قمر کچھ بھی نہیں
کیا قمر بلکہ وہ یوسف سا بشر کچھ بھی نہیں

وہ دعا کچھ بھی نہیں جس میں اثر کچھ بھی نہیں
وہ شجر کچھ بھی نہیں جس میں ثمر کچھ بھی نہیں

ایسے نالے[1] ہیں عبث[2] جس میں اثر کچھ بھی نہیں
وہ صدف[3] کچھ بھی نہیں جس میں گہر[4] کچھ بھی نہیں

شان انسان کی تہذیب سے بڑھ جاتی ہے
آدمیت نہ ہو جس میں وہ بشر کچھ بھی نہیں

نقص ہوگا نہ وجودیؔ کے ہنر میں پیدا
میں نے مانا کہ یہاں قدرِ ہنر کچھ بھی نہیں

(13)

اُسی کا ہے نصیب اسکا مقدر ہے مقدر میں
بنے بعد فنا جس کی لحد کوئے پیمبر ﷺ میں

اناالحق سے اناالعبدُ بھلا ہے عشقِ سرور میں
بجائے دار ملتی ہے جگہ کوئے پیمبر ﷺ میں

سیاہی کثرتِ عصیاں کی میرا کیا بگاڑیگی
کہ عشقِ احمدِ مرسل ﷺ کا سودا ہے مرے سر میں

نبی ﷺ کے عشق میں ٹپکے لہو بن کر اگر ٹپکے
کوئی آنسو جو پیدا ہو ہمارے دیدہ تر میں

عداوت یا محبت رنگ لاتی ہے بہم دیگر
نہیں ہے فرق صدیق و عمر عثمان و حیدر میں

کھلے گا راز پوشیدہ جو ہے بندہ نوازی کا
دکھا دوں گا اگر تکلیف ہوگی مجھ کو محشر میں

پلے نازوں سے ہیں ہم سایہ رحمت میں حضرت کے
خبر دار اے زمینِ گور تو آئے نہ چکر میں

انھیں کیا خوف محشر کا جو بندے مصطفےٰ ﷺ کے ہیں
یہ باتیں ہو چکی ہیں طے نبی و ربِ اکبر میں

---

[1] رونا دھونا، [2] بیکار [3] سونگا (سی پی) [4] موتی

الٰہی یہ تمنا ہے مری یہ التجا تجھ سے ‌ ‌ نکل جائے مرا دم الفتِ شبیر و شبر میں
خمار آلودہ ہو آنکھیں شرابِ عشق مولا سے ‌ ‌ یوں ہی صہبائے[1] الفت جوش زن ہو دل کے ساغر میں
ازل سے بندۂ درگاہِ سلطان دو عالم ہوں ‌ ‌ مسلّم ہے مرا حق گلشنِ فردوس و کوثر میں
تمنا ہے زیارت روضۂ اقدس کی ایسی ہو ‌ ‌ نصیب آنا نہ ہو مجھ کو پلٹ کر اپنے ہی گھر میں
خجالت[2] معصیت[3] کی مانعِ ذوقِ تکلم ہے ‌ ‌ وگرنہ عرض مطلب کا ہے سودا جوش زن سر میں
مجھے منظور ہے خانہ بدوشی جوشِ وحشت کی ‌ ‌ مقید دل رہے میرا یوں ہی زلفِ معنبر میں
لبِ لعلینِ حضرت سے نہیں کچھ لعل کو نسبت ‌ ‌ بھلا اعجازِ جاں بخشی کہاں ہوتا ہے پتھر میں
کمینہ بندۂ درگاہ میں ہوں یا رسول اللہ ﷺ ‌ ‌ شریکِ بندگاں ہو اب مرا بھی نام دفتر میں
نہ بدلوں گا نہ بدلوں گا کبھی عیشِ دو عالم سے ‌ ‌ ملیں ہیں لذّتیں ایسی غمِ ہجرِ پیمبر میں
نہ دیکھا حق کو ہم نے آپ کو دیکھا تو پہچانا ‌ ‌ خدا کی شان آئی ہے نظر روئے پیمبر میں
تکلم خو گرفتہ ہے ازل سے نعت آقا کا ‌ ‌ زباں ہے غوطہ خوردہ چشمۂ تسنیم و کوثر میں
ہویدا[4] کیا کروں جوشِ عقیدت ہے ادب مانع ‌ ‌ وگرنہ فرق ہی کیا ہے خدا میں ذاتِ اطہر میں

مرے آقا نگاہِ لطف کیجئے کچھ وجودیؔ پر
بہت دن سے پڑا ہے گنبدِ گرداں[5] کے چکر میں

---

۱ شراب، ۲ ندامت ۳ گناہوں ۴ آشکارہ (ظاہر) ۵ جنت (حوروں)

(14)

نعمتِ عشقِ نبی ﷺ دے تو خدا دے مجھ کو — اپنے محبوب کا دیوانہ بنا دے مجھ کو
اُلفتِ رحمتِ عالم میں مٹا دے مجھ کو — میرے مولا تو ٹھکانے سے لگا دے مجھ کو
اے خدا دُور تری بندہ نوازی سے نہیں — روضہ مولائے مدینہ کا دکھا دے مجھ کو
عشقِ احمد میں پھروں چاک گریباں ہو کر — ایسا دیوانہ الٰہی تو بنا دے مجھ کو
آرزو دل کی یہی ہے یہی حسرت یاربّ — کوچہ احمد مرسل ﷺ میں بٹھا دے مجھ کو

چل وجودیؔ کہ شہِ دیں نے بلایا ہے تجھے
کوئی یہ خوش خبری آ کے سنا دے مجھ کو

(15)

مرا سر ہو درِ خیر الوریٰ ﷺ ہو — الٰہی بندگی کا حق ادا ہو
ہمارے مالک و مختار ہو تم — بگاڑو یا بناؤ جیسا چاہو
محبت آپ کی ہو میرے دل میں — میری آنکھوں میں جلوہ آپ کا ہو
وہی بندہ مقرب ہے خدا کا — کہ جس کے دل میں عشقِ مصطفیٰ ہو
خضر سے کوئی پوچھے اس کا مرنا — تمہارے عشق میں جو مرگیا ہو
نہ دنیا چاہیے اس کو نہ عقبیٰ — مرے سرکار بس تم جس کو چاہو
نکلنے کو ادھر ہو جان میری — اُدھر لب پر مرے یا مصطفیٰ ہو
قدومِ پاکِ ختمِ مرسلیں پر — تصدق سر ہو میرا دل فدا ہو
درِ اقدس پہ نکلے جان میری — دعا میری قبول اے کبریا ہو

نہیں فردوس کی مجھ کو تمنا زمیں تھوڑی مدینہ میں عطا ہو
نہ چھوڑو صبر کا دامن وجودیؔ
تم اولادِ شہید کربلا ہو

16

مختار خدائی کے ہیں آقائے مدینہ کونین کے سردار ہیں مولائے مدینہ
اللہ کے محبوب ہیں مولائے مدینہ سرتاج رسولوں کے ہیں آقائے مدینہ
مولا میرے اللہ میرے اتنی مری سن لے یہ سر ہو میرا اور درِ مولائے مدینہ
جنت کی ہوا مجھ کو پسند آتی نہیں ہے یہ دل ہے مرا والہ و شیدائے مدینہ
سجدے کیا کرتا ہوں مدینہ کی جہت سے کعبہ مرا سنگِ در مولائے مدینہ
ارمان یہی اور یہی میری تمنا مسکن مرا مدفن مرا ہو جائے مدینہ
کس لطف سے دن زیست کے گزریں گے الٰہی دل میں مرے آنکھوں میں سما جائے مدینہ
نازاں ہوں مقدر پہ وجودیؔ کہ مجھے بھی
اللہ نے کیا بندہ مولائے مدینہ

17

جو بیٹا ہے وہ سجدہ کر رہا ہے یا رسول اللہ تمہاری شکل میں ظاہر خدا ہے یا رسول اللہ
مرا سر ہو قدوم پاک ہوں دہلیز اقدس ہو مرے دل کا یہی اک مدعا ہے یا رسول اللہ
جدھر دیکھوں تمہیں دیکھوں خدا سمجھوں خدا دیکھوں کہ وَجۡهُ اللّٰه کی تفسیر کیا ہے یا رسول اللہ

قدمِ پاک پہ قربان ہو کر آبرو پاؤں — یہی اللہ سے میری دعا ہے یا رسول اللہ

تمہارے واسطے جینا تمہارے واسطے مرنا — کمالِ عبدیت کی انتہا ہے یا رسول اللہ

تمہارے عبدیت کی شان بھی کیا شان عالی ہے

نصیریؔ کا خدا بھی تم پہ فدا ہے یا رسول اللہ

(18)

یوں ہو کامل مرا ایمان رسولِ عربی — آپ پر جائے میری جان رسولِ عربی

میں تو کیا چیز ہوں اور میری حقیقت کیا ہے — دو جہاں آپ پہ قربان رسولِ عربی

کیوں نہ ہر شئے میں حقیقت کی نمائش ہوگی — کہ ملا آپ سے قرآن رسولِ عربی

حق کو منظور وہی آپ کو منظور جو ہے — امرِ حق آپ کا فرمان رسولِ عربی

شافعِ روزِ جزا رحمتِ عالم ہیں آپ — عام ہے آپ کا احسان رسولِ عربی

دو جہاں آپ کی خاطر کئے حق نے پیدا — کیا بلند آپ کی ہے شان رسولِ عربی

اب مدینہ میں رہوں اور مدینہ میں مروں — یہ تمنا ہے یہ ارمان رسولِ عربی

آج کل سخت پریشان غلام آپ کا ہے — مشکلیں کیجئے آسان رسولِ عربی

مجھ سے اب کوشش و تدبیر نہیں ہو سکتی — کہ خطا ہیں میرے اوسان رسولِ عربی

آپ اللہ نہیں اللہ سے مغائر بھی نہیں

ہے وجودیؔ کا یہ ایمان رسولِ عربی

(19)

یارسولِ عربی خذ بیدی خذ بیدی
بہرِ مظلوم حسین ابن علی خذ بیدی

مہربان دوست مددگار موافق ہمدم
لیس لی غیرک یا مستندی خذ بیدی

مرے محبوبِ خدا رحمتِ عالم تم ہو
تم پہ قربان کروں جان مری خذ بیدی

سیدِ ہر دوسرا بادشہِ کون و مکاں
مالک کُن فیکوں خذ بیدی خذ بیدی

کوئی محروم درِ پاک سے اب تک نہ پھرا
خیر نعلیں کی دے دو مجھے بھی خذ بیدی

زندگی کیسے گزرتی ہے مری کس سے کہوں
ہے عیاں آپ پر احوال سبھی خذ بیدی

بیقراری میں شب و روز گزر جاتے ہیں
روز افزوں ہے مرا رنج دلی خذ بیدی

اب وجد[1] میرے غلام آپ کے ہیں شاہِ عرب
آپ کے ہاتھ ہے اب لاج مری خذ بیدی

خانہ زاد اور نمک خوار ہوں میں موروثی
یا رسولِ عربی خذ بیدی خذ بیدی

سخت مضطر[2] ہوں پریشاں ہوں سراسیمہ[3] ہوں
حد سے گزری مری بے بال و پری خذ بیدی

کسمپرسی[4] میں ہوں میں آپ کا بندہ ہوکر
ہائے میں اور یہ تقدیر میری خذ بیدی

بیچ منجدھار بھی ہے بادِ حوادث بھی ہے
ڈوب جائے نہ کہیں ناؤ میری خذ بیدی

کام بن بن کے بگڑ جاتے ہیں کیا کیا میرے
مددے یا شہ مکی مدنی خذ بیدی

اشک آنکھوں میں تپش دل میں فغاں ہے لب پر
سارے گھربار میں ہے آگ لگی خذ بیدی

اس غلامِ درِ اقدس پہ توجہ کیجئے
دونوں عالم میں نہیں میرا کوئی خذ بیدی

دل کروں تم پہ فدا جان کروں تم پہ نثار
یا حبیبی شہِ مکی مدنی خذ بیدی

یہ وجودیؔ تو پرستار تمہارا ہے حضور
عرض کرتا ہے شب و روز یہی خذ بیدی

---

[1] باپ دادا [2] بے چین [3] حیران [4] بے یار و مددگار (بے سروسامانی)

20

آؤ کعبہ سے مدینہ میں خدا ملتا ہے
کسی بے گھر کا اسی گھر میں پتہ ملتا ہے

مرے سرکار کے نعلین مبارک کے نثار
آج تک عرشِ معلّیٰ کو مزا ملتا ہے

نعمتِ جنّت و جنّت کی حقیقت کیا ہے
آپ ملتے ہیں جسے اُس کو خدا ملتا ہے

شب معراج بھی کیا رات ہے سبحان اللہ
خود کسی سے کوئی بے چون و چرا ملتا ہے

مانگنا ہو جو تمہیں مانگنے والو مانگو
کہ یہاں اپنی طلب سے بھی سوا ملتا ہے

اُسی چوکھٹ سے پڑی کعبۂ حق کی بنیاد
یہی در ہے جہاں بندوں کو خدا ملتا ہے

نامرادی کی مراد آئے سمجھ میں جس کے
کچھ اُسی کو ہی فقیری کا مزا ملتا ہے

وصلِ حق میں نہیں ملتا نہیں ملتا وہ لطف
ہجرِ محبوبِ خدا میں جو مزا ملتا ہے

اے وجودی جو ہوا شمس پیا کا بندہ
کچھ اُسی کو ہی فقیری کا مزا ملتا ہے

للہ الحمد کہ محبوبِ خدا کا ہے غلام
ذرّہ ذرّہ میں وجودیؔ کو خدا ملتا ہے

21

عمر یوں ہجرِ محمد ﷺ میں بسر ہوتی ہے
شام سے پہلے قیامت کی سحر ہوتی ہے

ایسی تقدیر کہاں ہے کوئی پوچھے ہم کو
ہم غریبوں کی بھلا کس کو خبر ہوتی ہے

ذرّہ خورشیدِ جہاں تاب کو شرماتا ہے
مرے سرکار کی جس وقت نظر ہوتی ہے

شام آئی کہ نئی سر پہ مصیبت آئی
دم نکلتا ہے مرا جبکہ سحر ہوتی ہے

دستگیری مری کیجے مرے سرکار ضرور
بے طرح زیست وجودیؔ کی بسر ہوتی ہے

سخنستانِ وجودی

تیسرا...... باب

منقبت

22

دینِ من حُبِّ علی ایمان من حُبِّ علی ۔۔۔ ذوق من حُبِّ علی وجدانِ من حُبِّ علی

مشربِ من مشربِ پیرانِ من حُبِّ علی ۔۔۔ رہنمائے معنیٔ عرفانِ من حُبِّ علی

مسلکِ صدیق من ہم مشربِ فاروقِ من ۔۔۔ ہم طریقِ جامعِ قرآن من حُبِّ علی

بے نوائم سازو سامانی نمیدارم ولے ۔۔۔ سازِ من حُبِّ علی سامانِ من حُبِّ علی

درد مندانِ دو عالم دیگر و من دیگرم ۔۔۔ دردِ من حُبِّ علی درمانِ من حُبِّ علی

ظاہرِ و پنہانِ من شد نثارِ مرتضیٰ ۔۔۔ ہست آغازِ من و پایانِ من حبِّ علی

جانِ من از ہیچ شئے لذت نمی یابد مگر ۔۔۔ راحتِ من عیشِ بے پایانِ من حبِّ علی

وصف حیدر قالِ من چوں حُبِّ حیدر حالِ من ۔۔۔ شُد محیطِ ظاہر و پنہانِ من حبِّ علی

راکب دوشِ نبی ہمنام رَبِّ ذوالجلال ۔۔۔ چوں نبا شد حاصل ایمان من حبِّ علی

من ندارم اے وجودیؔ خوفِ روزبا ز پُرس
شست وشوئے دامنِ عصیاں من حبِّ علی

23

مظہرِ کبریا غریب نواز　　نائب مصطفےٰ غریب نواز
جان تم پر فدا غریب نواز　　دل تصدق مرا غریب نواز
اک نگاہِ کرم خدا کیلئے　　ہم غریبوں پہ یا غریب نواز
شرق سے غرب تک دراز ہوا　　تیرا دستِ عطا غریب نواز
بے وسیلہ ہوں بے سہارا ہوں　　اب مدد کیجئے یا غریب نواز
میری ہر اک مراد بر آئے　　اور ہر مدعا غریب نواز
دوسرا کوئی در نہیں ہم کو　　تیرے در کے سوا غریب نواز
نام میرا غریب و عاجز ہے　　نامِ عالی ترا غریب نواز
ہم غلاموں کی دستگیری کرے　　کون تیرے سوا غریب نواز
ہر گھڑی ہے نئی پریشانی　　فکرِ صبح و مسا[1] غریب نواز
عام ہے ایک اک بشر کیلئے　　تیری داد و عطا غریب نواز
دُور افتادہ[2] اک غلام ہوں میں　　نہ مجھے بھولنا غریب نواز
وقتِ امداد ہے مدد کیجئے　　یاحبیبِ خدا غریب نواز

یہ وجودیؔ غلام ہے تیرا
رحم کر اس پہ یاغریب نواز

---

[1] شام، [2] توجہ سے محروم

24

میرے خواجہ بس آ اور بچا لے مجھ کو
کہ نہ پڑ جائیں کہیں جان کے لالے مجھ کو

دیکھئے دیکھئے سرکار تغافل نہ کریں
غمِ ہر روزہ کہیں مار نہ ڈالے مجھ کو

میں تو مشہور ترا بندۂ موروثی ہوں
ہائے پھر کردیا ہے کس کے حوالے مجھ کو

مجھ کو امید سنبھلنے کی نہیں ہے اپنے
ہاں مگر تو ہی سنبھالے تو سنبھالے مجھ کو

رنج سے فکر سے وحشت سے پریشانی سے
میں نکل آؤں ابھی تو جو نکالے مجھ کو

ایک مدّت سے تمنا تیرے دربار کی ہے
صدقہ حسنینؑ کا اب کے تو بلالے مجھ کو

پردہ میرے نہ گناہوں کا کہیں کھل جائے
رحم کر دامنِ رحمت میں چھپا لے مجھ کو

حال ابتر ہے مرا جلد خبر لیجے میری
ورنہ یہ پیر فلک پیس نہ ڈالے مجھ کو

ہر گھڑی یوں ہی تغافل جو کرو گے مولا
کون پھر آپ ہی فرماؤ سنبھالے مجھ کو

دھوم ہے چشمِ عنایت کی ترے عالم میں
کیوں نہیں دیکھتا او دیکھنے والے مجھ کو

جاگ اٹھے گا مقدر نہ وجودیؔ کیونکر
پاس قدموں کے اگر یار بلا لے مجھ کو

(25)

مسدس

رونقِ بزم حقائق شانِ تو خلعتِ عرفان بشُد شایان تو
شُد سراپا نور جسم و جانِ تُو ماہمہ قُربانِ تو قربانِ تو
خواجہؑ من جانِ من قربان تو
شمسِ مِن ایمانِ من قربان تو

چشم حق بیں سے اگر دیکھے کوئی چہرۂ زیبا ترا یا سیڈی
دید حق کا مسئلہ ہو حل ابھی فی الحقیقت حق کی صورت ہے یہی
خواجہؑ من جانِ من قربان تو
شمس من ایمانِ من قربان تو

دین کی ایمان کی قوت ہے تُو ہم غلاموں کے لئے رحمت ہے تُو
اور سراپا مظہرِ وحدت ہے تو یعنے وجہُ اللہ کی آیت ہے تُو
خواجہؑ من جان من قربان تو
شمس من ایمان من قربان تو

کعبۂ مقصود تیری ذات ہے اور تو ہی قبلۂ حاجات ہے
گنجِ عرفاں آج تیرے ہاتھ ہے معرفت سے پُر تیری ہر بات ہے

خواجۂ من جانِ من قربان تو
شمسِ من ایمانِ من قربان تو

واقفِ اسرارِ قرآنی ہے تو مظہرِ انوارِ رحمانی ہے تو
مجمعِ برکاتِ سبحانی ہے تو واقعی محبوبِ ربّانی ہے تو

خواجۂ من جانِ من قربان تو
شمسِ من ایمانِ من قربان تو

گر چہ تیرا بندۂ ادنیٰ ہوں میں فخر ہے اس کا کہ بس تیرا ہوں میں
عشق لیلیٰ میں خودی لیلیٰ ہوں میں رات دن صَرفِ انا خواجہ ہوں میں

خواجۂ من جانِ من قربان تو
شمسِ من ایمانِ من قربان تو

واحدیت کا ہے تو سرّ نہاں باغِ وحدت کی بہار جاوداں
احدیت کا تجھ سے ملتا ہے نشاں گلشنِ توحید کا سروِ رواں

خواجۂ من جانِ من قربان تو
شمسِ من ایمانِ من قربان تو

اللہ اللہ شانِ جانانہ تری اور یہ رفتارِ مستانہ تری
ہو خدائی کیوں نہ پروانہ تری مرحبا طرزِ فقیرانہ تری

خواجۂ من جانِ من قربان تو
شمسِ من ایمانِ من قربان تو

دفترِ توحید کا عنواں ہے تو تاجدار دولتِ عرفاں ہے تو
مصدرِ گنجینۂ سُبحاں ہے تو من عرف کا معنیٔ پنہاں ہے تو

خواجۂ من جانِ من قربان تو
شمسِ من ایمانِ من قربان تو

ساقیٔ مے خانۂ توحید ہے تیری کثرت معنیٔ تفرید ہے
تجھ سے ظاہر نکتۂ تحدید ہے دید میں تیری خدا کی دید ہے

خواجۂ من جانِ من قربان تو
شمسِ من ایمانِ من قربان تو

عارفوں میں اب ہے تیرا سوز و ساز عرش والے سے تجھے رازو نیاز
کیوں نہ بندوں کو کرے تُو سرفراز بندہ پرور بندہ گر بندہ نواز

خواجۂ من جانِ من قربان تو
شمسِ من ایمانِ من قربان تو

تیرے کوچہ سے ملا حق کا نشاں تجھ سے پایا نورِ مطلق کا نشاں
مل گیا سرّ حقائق کا نشاں بس یہی ہے قولِ اصدق کا نشاں

خواجۂ من جانِ من قربان تو
شمسِ من ایمانِ من قربان تو

دل میں آنکھوں میں ہوا تیرا ظہور ہر رگ و پے میں ہے یہ کیسا ظہور
جانتا ہوں میں یہ ہے کس کا ظہور ہے حجاب غیر میں تیرا ظہور

خواجۂ من جانِ من قربان تو
شمسِ من ایمانِ من قربان تو

دیکھنا تجھ کو عبادت ہے مری بندگی تیری اطاعت ہے مری
تجھ پہ مٹ۔ جانا ریاضت ہے مری بس یہ مذہب ہے یہ ملت ہے مری

خواجۂ من جانِ من قربان تو
شمسِ من ایمانِ من قربان تو

میرا قبلہ کوچۂ والا ترا میرا کعبہ چہرۂ زیبا ترا
مجھ کو کہتے ہیں سبھی بندہ ترا ذکر ہے ہر بزم میں میرا ترا

خواجۂ من جانِ من قربان تو
شمسِ من ایمانِ من قربان تو

ہاں ترے صدقے میں کیا کیا مل گیا دل کو الفت سر کو سودا مل گیا
دردِ باطن کا مداوا مل گیا اور کیا بندہ کو مولا مل گیا

خواجۂ من جانِ من قربان تو
شمسِ من ایمانِ من قربان تو

ہوگئی توحید اب خاطر نشیں تیری خدمت سے ملا حق الیقیں
اب دوئی کا دل کو کھٹکا کچھ نہیں شمس دیں ہوں شمس دیں ہوں شمس دیں ہوں

خواجۂ من جانِ من قربان تو
شمسِ من ایمانِ من قربان تو

غیریت کا تھا جو فتنہ مٹ گیا   عینیت کا دل میں ہے نقشہ کھچا
خیر و شر کا راز سارا کھل گیا   اب انا الخواجہ کہوں گا جا بجا

خواجۂ من جانِ من قربان تو
شمسِ من ایمانِ من قربان تو

ظاہر و باطن نہیں تیرے سوا   جلوہ گر ہے تیری صورت جا بجا
اول و آخر کوئی ہے برملا   تُو خدائی تُو خدائی تُو خدا

خواجۂ من جانِ من قربان تو
شمسِ من ایمانِ من قربان تو

ان قدوم پاک پر صبح و مسا   میں بھی قرباں اور ایماں بھی مرا
اک نگاہِ لطف کُن اے پیرِ ما   رہ چکا ہوں معصیت میں مبتلا

خواجۂ من جانِ من قربان تو
شمسِ من ایمانِ من قربان تو

جس کو کہتے ہیں وجودیؔ خاص و عام   تیرے در کا ایک ادنیٰ ہے غلام
گرچہ ہے وہ سخت عاصی لاکلام   کر توجہ تُو پئے خیر الانام

خواجۂ من جانِ من قربان تو
شمسِ من ایمانِ من قربان تو

(26) مستزاد

در مدح حضرت قبلہ وکعبہ محبوب ربّانی خواجہ شمس الدین محمد چشتی القادری رحمت اللہ علیہ

خود مظہر و خود مظہرِ انوار برآمد
در صورتِ شمسم
گہ یار شد و گاہ بہ اغیار برآمد
در فطرتِ شمسم
خود سائر و خود دائر و خود شامل واصل
خود خارج و داخل
در خود بخود و خویش بتکرار برآمد
در حالتِ شمسم
خود عابد و خود معبد و معبود جہاں شد
خود گشت عبادت
ہر وقت بہ تسبیح و بہ زنار برآمد
در کسوتِ شمسم
خود اول و خود آخر و خود ظاہر و باطن
خود حاضر و ناظر
خود گم شدہ جان شدہ آں یار برآمد
در وحدتِ شمسم
خود غوث و حسین و حسن وحید ر واحمد
خود واحد مطلق
واللہ کہ در شانِ سزاوار برآمد
در عظمتِ شمسم
خود واجد و موجود و جودِ دو جہاں شد
اینست حقیقت
ہر وقت با آثار و بہ انوار برآمد
در جلوتِ شمسم
خود رنج مُصیبت شدہ خود راحت و آرام
خود شاد و الم ناک
خود چارہ و چارہ گرِ بیمار برآمد
در حکمتِ شمسم
خود جن و بشر حور و ملک دوزخ و جنت
خود ارض و فلک شد
ہر لحظہ بشان دگر آں یار برآمد
در کثرتِ شمسم
زنہار مشو ساکت و خاموش وجودی
از قولِ انا الحق
معراج شود ہر کہ سر دار برآمد
در الفتِ شمسم

....

سخنستانِ وجودی

چوتھا...... باب

عرفانیات

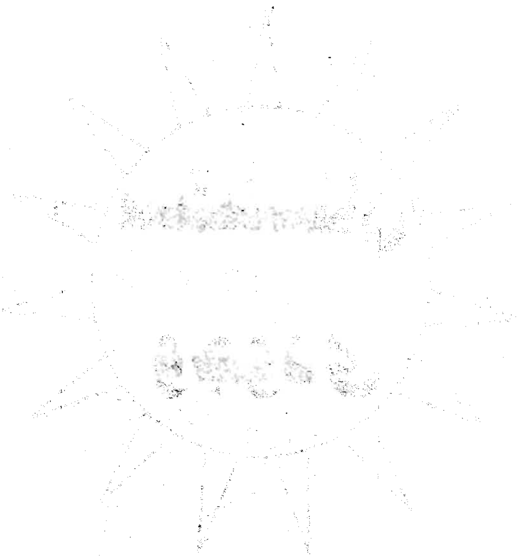

27

رگ رگ کو ذوق نے ہے رگ جاں بنادیا | دشواریوں کو دید کے آساں بنادیا
مقصودِ حُسن و عشق نہ رہ جائے نا تمام | دنیائے شوق کو دلِ انساں بنادیا
حسرت نے یاس نے المِ جاں گداز نے | ویرانیوں کو دل کی گلستاں بنادیا
باقی رکھا نہ پردہ رسومِ مجاز کا | ذوقِ نظر نے حُسن کو عریاں بنادیا
تعزیر[1] بے گناہ کی اف رے خرابیاں | فردوسِ زندگی کو بیاباں بنادیا
مے نوشیوں پہ شیخ کے آتا ہے مجھ کو رشک | کس کی نگاہ نے اسے انساں بنادیا
اک جلوۂ حقیقتِ غیب و شہود نے | سرگرمِ جستجو کو پشیماں بنادیا
آفت نہیں بلا نہیں فتنہ ہے حُسن کا | کنعاں[2] کے چاند[3] کو مۂ زنداں بنادیا
ساقی کی چشمِ مست کا فتنہ تو دیکھئے | کافر کو اک نظر میں مسلماں بنادیا
ہنگامۂ جنونِ حقیقت نواز نے | صحراء کو ایک گوشۂ داماں بنادیا
یوسف[4] فروشِ حُسن زلیخا نواز ہے | مایوسیوں کو وصل کا ساماں بنادیا
اک بندۂ حقیر کو ذرہ نواز نے | سرمایۂ حقائق و عرفاں بنادیا
ظالم وفورِ[4] شوق کہاں تک پہنچ گیا | سب کامیابیوں کو بھی حرماں[5] بنادیا
جب سے نیازِ عشق ہم آغوشِ حسن تھے | کعبہ کو بزمِ بادہ پرستاں بنادیا
فتنہ جمالِ یار کا آشفتہ[6] ساز تھا | ایماں کو کفر، کفر کو ایماں بنادیا
مشتاقِ دید کی نظرِ امتیاز کو | جلوؤں نے تیرے ششدر و حیراں بنادیا

کعبہ میں بادہ نوش وجودیؔ کو دیکھ کر
ساقی نے صدرِ مجلسِ رنداں بنادیا

---

[1] سرزنش، عتاب، [2] یوسف علیہ السلام کا مقامِ پیدائش [3] یوسف علیہ السلام [4] کثرت [5] مایوس [6] پراگندہ Confused،

28

نہ تھا جب کچھ تو کیا تھا اب نہوگا کچھ تو کیا ہوگا
نہ جب تیرے سوا کوئی نہ اب تیرے سوا ہوگا

مکاں سے لامکاں تک اور بتخانے سے کعبے تک
فریبِ دیدۂ ظاہر وہی اک سلسلہ ہوگا

خدا کے واسطے مجھ سے نہ پوچھو آرزو میری
جو خواہش آپ کی ہوگی وہ میرا مدعا ہوگا

بقا اپنی فنا اپنی وجود اپنا عدم اپنا
جو کچھ ہوگا تو کیا ہوگا نہ ہوگا کچھ تو کیا ہوگا

مجھے دنیا کی پرواہ ہے نہ مجھ کو دین کی خواہش
محبت میں پھر اَے ناصح مرا نقصان کیا ہوگا

پتہ دیر و حرم میں اب نہیں ملتا وجودیؔ کا
تمہیں پر جان دیتا تھا تمہیں پر مٹ گیا ہوگا

29

پردے پردے میں حقیقت کا نمایاں[1] ہونا
یعنے منظور نہیں حُسن کا عریاں ہونا

آپ اور عزمِ حرم کعبہ کی، تقدیر ہے یہ
ہر مسلماں کو مبارک ہو مسلماں ہونا

رہ گئی دید کی حسرت میں تڑپ کر آنکھیں
دل کی تقدیر میں تھا خلوتِ جاناں ہونا

گل بدامانی[2] لیلٰی کی مسرت مت پوچھ
قسمت قیس میں تھا خاک[3] بداماں ہونا

ابتلائے شب فرقت[4] کی حکایت کیا ہے
کبھی مضطر[5] کبھی حیراں کبھی نالاں[6] ہونا

دشت[7] ایمن نہ سہی کعبہ سہی دیر سہی
تم کو دشوار نہیں ظاہر و پنہاں ہونا

اس تہی دست[8] تمنا کی تمنا کیا ہے
جلوۂ حسن ازل دیکھنا حیراں ہونا

کون مصروف ہے گل گشت[9] چمن میں یا رب
ایک اک گل سے نمایاں ہے گلستان ہونا

1۔ ظاہر Manifest، 2۔ خوش لباسی 3۔ مٹی آدرلباس، 4۔ جدائی 5۔ بے چین، بیکل،
6۔ رونا دھونا، 7۔ یہ میرے دل کا ویرانہ، 8۔ بے آرزو (تمنا سے خالی ہونا یعنی عارف۔ 9۔ چمن میں ٹہلنا

30

مہجور تھا میں آپ کے قدموں سے دور تھا　　لیکن ہر یک جہت میں تماشاءِ طور تھا
سجدے قدم قدم پہ کسے کر رہا تھا دل　　اُس بے شعور کو یہ کہاں کا شعور تھا
نس نس میں کائنات کے تیرا ظہور تھا　　لیکن فریب دید سے میں بے شعور تھا
ان کو کبھی تو میرے گھر آنا ضرور ہے
اے آہ بے اثر یہ ترا ہی قصور تھا

31

یہیں سب کچھ عین ہے عالم بالا سے کیا مطلب　　حقیقت کھل گئی قطرے کی پھر دریا سے کیا مطلب
کسی پر جان دیتا ہوں کسی پر جان جاتی ہے　　مجھے عقبیٰ سے کیا مقصد مجھے دنیا سے کیا مطلب
جو کیفِ چشمِ دلبر سے سدا مد ہوش رہتا ہے　　اُسے جام وسبو سے کیا غرض مینا سے کیا مطلب
فقط لفظِ تو کل کو رٹا کرتے ہیں مولانا
وجودیؔ ہم کو ایسے لفظ بے معنےٰ سے کیا مطلب

32

جوشِ کیفیت رندانہ مُبارک باشد　　آج پیمانہ پہ پیمانہ مُبارک باشد
غمِ عقبیٰ بھی نہیں اورغم دنیا بھی نہیں　　مجلس عشرتِ رندانہ مُبارک باشد
ہوش کھوکھو کے گرے پڑتے ہیں میخانے میں　　میکشو سجدہ شکرانہ مُبارک باشد
دوستو خوب کیا دیرو حرم کو چھوڑا　　تم کو یہ ہمت مردانہ مُبارک باشد
سر کو سودا ہو مُبارک تو محبت دل کو　　آنکھ کو جلوہ جانانہ مُبارک باشد
بادہ نوشوں میں وجودیؔ بھی ہوئے ہیں مشہور
نسبتِ ساقی مے خانہ مُبارک باشد

33

مائلِ خلق نہ ہو، طالب مولا ہوکر　　مارا مارا نہ پھر، اللہ کا بندہ ہوکر
فتنۂ عشق بھی کیا قہر و غضب ہوتا ہے　　وہ ہیں بیمار کے بیمار مسیحا ہوکر
اُس کی اس ذرہ نوازی پہ دل و جاں ہیں نثار　　قطرہ قطرہ میں نمایاں ہے جو دریا ہوکر
اَرِنیؔ[1] کہہ کے سرِ طور چلے تھے موسیٰؑ　　رہ گئے ایک ہی جلوے میں تماشا ہوکر
شعبدے ہیں ترے، او روپ بدلنے والے　　شمعِ کعبہ ہے مدینہ کا اُجالا ہوکر
حسنِ یوسفؑ سے ہوئے حشر نہ کیا کیا برپا　　فتنے کیا کیا نہ اُٹھے شوقِ زلیخا ہوکر

سر میں سودا[2] ہے وہی دل میں محبت ہے وہی
تہ و بالا[3] نہ ہوا میں تہ و بالا ہوکر

34

میں بھی اَرِنی کہہ کے پکاروں　　چُھپ جاؤ کہیں مجھ کو بُلا کر
اُس فتنہ براندازِ خودی نے　　چھوڑا مجھے دیوانہ بنا کر
ہشیار کہ دل ایک بلا ہے　　رکھ عشق کے پھندے میں پھنسا کر
فرزانہ تھا، بے ہوش تھا جب تک　　دیوانہ ہوا، ہوش میں آکر
پھر کوئی خریدار نہ ہوگا　　مشہور نہ ہو مجھ کو مٹا کر
میخانہ ہے یہ، کعبہ نہیں ہے　　بدنام نہ ہو، ہوش میں آکر
آزارِ محبت ہے بڑی چیز　　رکھو اُسے تم دل میں چھپاکر
کہتی ہیں یہ ساقی کی نگاہیں　　پیمانے پہ پیمانہ پیاکر

---

[1] مجھے نظر آ　[2] دیوانگی　[3] تباہ و برباد

تا حشر نہ میں ہوش میں آؤں رہ جاؤ مرے دل میں سما کر
اللہ کرے کھو جاؤں وجودیؒ
مئے خانۂ بغداد میں جا کر

35

عیاں[1] ہو کر نہاں[2] ہو کر متاعِ این و آں[3] ہو کر — مکاں سے سیر کرتا آ رہا ہوں لا مکاں ہو کر

بہت کھائیں فریبِ این و آں میری نگاہوں نے — بس اب آنکھوں میں آ بیٹھو مرے دل میں نہاں ہو کر

یہ ننگِ[4] عشق بھی کرنے لگے دعوے محبت کے — ذرا گردش[5] میں آئے آسماں اب آسماں ہو کر

جو سمجھانے کی باتیں تھیں وہ سب سمجھا گئیں اُن کو — دمِ اظہار خاموشی مری لطفِ بیاں ہو کر

خدا جانے اب ان کی گور میں کیسی گزرتی ہے — بہت تم جیسے رہتے تھے زمین پر آسماں ہو کر

بگڑنا یا سنورنا میری قسمت کا دکھادوں گا — کوئی وعدہ کرے اُن کی زباں اپنی زباں ہو کر

فغاں[6] لب پر کسک[7] دل میں سمندر دیدۂ تر میں — تمہاری بزم سے اٹھا نہ کوئی شادماں[8] ہو کر

ہرے[9] داغ جگر ہیں زخمِ دل جتنے ہیں آلے[10] ہیں — تماشا ہے گلستاں میں بہار آئی خزاں ہو کر

حقیقت کو چھپاؤ لاکھ لیکن چھپ نہیں سکتی — عجب ڈھب سے نگاہیں راز کہتی ہیں زباں ہو کر

ذرا بندہ نوازی پر جو آجائے نظر اُن کی — تو پھر میں بھی دکھادوں آسماں کو آسماں ہو کر

اجل اسوقت آئی ہے کہ جب وعدے کی شب آئی — لٹا ہوں میں سر منزل متاع کارواں ہو کر

مجھے ملتے تو کیسے اور مجھ سے کس طرح ملتے — نصیب دشمناں ہیں وہ نصیبِ دشمناں ہو کر

فریبِ غیر کے فقروں نے لایا ہے اثر اپنا — انہیں کا تھا بیاں لیکن ہماری داستاں ہو کر

---

[1] ظاہر [2] باطن [3] مخلوق [4] شرمندہ (صفتِ عشق سے عاری) [5] افسوس! یہ زوال ہوا (چکر)
[6] آہ وزاری [7] درد [8] خوش [9] گہرے [10] آلۂ کار (نشتر)

حجاب اس کو ہیں کہتے بے حجابی ایسی ہوتی ہے
عیاں مجھ سے ہوئے میری نگاہوں سے نہاں ہوکر

جہاں کے ذرّہ ذرّہ سے عیاں ہے آپ کا جلوہ
یہ اچھے لامکاں ٹھہرے مکینِ ہر مکاں ہوکر

ابھی لب سے نکلنے بھی نہیں پاتی فغاں میری
کہ چھا جاتی ہے ظالم آسماں پر آسماں ہوکر

وجودیؔ عاشقانِ احمدِ مرسل ﷺ کے ہاتھوں سے
اُڑے گا دامنِ خورشیدِ محشر دھجیاں ہوکر

36

اللہ اللہ یار نے پہنا ہے کثرت کا لباس
کیوں نہ بدلے جامۂ جلوت سے خلوت کا لباس

روزِ محشر شانِ مولا دیکھئے روحی فدا
تاجِ رحمت سر پہ ہے تن پر شفاعت کا لباس

مضطرب بہرِ وصالِ یار رہتے تھے حسینؓ
عہد طفلی سے پہنتے تھے شہادت کا لباس

آدمِ خاکی میں تھا منظور جو اپنا ظہور
خود نکل آیا پہن کر وہ خلافت کا لباس

ہے لباسِ نو[1] بہ نو کا اُن کو ایسا ذوق شوق
بن رہا ہے ہر گھڑی اک ایک رنگت کا لباس

پردہ پوشی کی نکالی ہے نرالی[2] یہ روش[3]
دیکھئے جس وقت ہے اک اور صورت کا لباس

اب تو صاحب[4] کو کوئی پردہ نہ گھونگٹ چاہیے
پردہ داری کر رہا ہے خوب کثرت کا لباس

کثرت ملبوس[5] لازم ہے غنی[6] کے واسطے
ایک ہی جوڑا ہوا کرتا ہے غربت کا لباس

یار کی شان غنا[7] کو چاہیئے اور کیا ثبوت
دوسری ساعت نہیں ہے پہلی ساعت کا لباس

شکل انساں کی نہ ہو تو جامہ پوشی احمقی
بے شریعت بیوقوفی ہے طریقت کا لباس

آرزو ہے سایہ نعلینِ نبی ﷺ کا سر پہ ہو
تاجِ شاہی چاہیئے مجھ کو نہ دولت کا لباس

پیر شمس الدین کے قربان جاؤں جان سے
اے وجودیؔ مل گیا خرقہ خلافت کا لباس

---

1 نئی تخلیق 2 عجیب 3 طریقہ 4 یار (خدا) 5 لباس (مخلوق ممکنات)
6 امیر (Riches) 7 امیری (کبریائی)

37

نہیں آتا نہ سہی کوئی خطاوار کے پاس
رحمتیں دوڑ کے آتی ہیں گنہگار کے پاس

میں نے مانا کہ تہی دست[1] عمل ہوں لیکن
سو بہانے مرے بخشش کے ہیں غفار کے پاس

نشۂ حُسن اُسے اِس کو جوانی کا خمار
کچھ عجب طرز سے میخوار ہے میخوار کے پاس

ذبح کر ڈال گلا گھونٹ دے لیکن صیاد[2]
قید بلبل کو نہ کر تو کسی گلزار کے پاس

رنج سے ہو کہ خوشی سے ہو کہ جس طرح سے ہو
زندگی ساری گزر جائے درِیار کے پاس

دل نہیں عقل نہیں ہوش نہیں ہے لیکن
جان باقی ہے ترے طالبِ دیدار کے پاس

میٹھی باتوں پہ نہ جانا کہ سراسر ہے فریب
کچھ نہیں حرص[3] و ہوس کے سوا اغیار[4] کے پاس

نا اُمیدی سے وجودیؔ نہ بنو تم کافر
کمی کس بات کی ہے قادر ومختار کے پاس

38

ہم نے حرم میں دیر میں سو بار کی تلاش
کرتے ہیں اپنے آپ میں اب یار کی تلاش

مرنے سے پہلے مرگئے آزاد ہوگئے
صحت کی جستجو ہے نہ آزار کی تلاش

فرصت ذری نہیں ہے مری دید سے مجھے
کرتا پھروں کہاں ترے دیدار کی تلاش

ہے صبح و شام دل میں ہمارے خیال یار
ہم کو نہیں ہے اب کسی غمخوار کی تلاش

رہتا ہوں مست کیفِ مئے بیخودی سے میں
مجھ کو نہیں ہے خانہ خمّار[5] کی تلاش

یہ فیضِ شمس دیں کا وجودیؔ نہیں تو پھر
کیوں صوفیوں کو ہے ترے اشعار کی تلاش

---

[1] خالی ہاتھ [2] شکاری [3] خودغرضی [4] غیر [5] میکدہ

39

واقف ہیں گرچہ حُسن کی بے پردگی سے ہم — لیکن نہ کوئی راز کہیں گے کسی سے ہم
بے اختیار گر نہ ہوں اپنے ہی جی سے ہم — مر جائیں پھر کریں جو محبت کسی سے ہم
مانا کہ بے کمال نہیں بے ہنر نہیں — عاجز تو ہیں نصیب کی برگشتگی[۱] سے ہم
آنکھوں میں اشک لب پہ فغاں دل میں یاس ہے — جیتے ہیں ہجرِ یار میں کس بے کسی[۲] سے ہم
روتے ہی گزری آپ کی اُلفت میں زندگی — اک روز بھی جئے نہ ہنسی اور خوشی سے ہم
ناخوش کبھی رہے تو کبھی شادماں ہوئے — واقف ہوئے نہ فلسفہ[۳] زندگی اے ہم
سناٹا چھا گیا چمن روزگار[۴] پر — روئے فراقِ[۵] یار میں اس بے کسی سے ہم
کعبہ نہیں ہے دیر نہیں میکدہ نہیں — پھر جائیں کس مقام پہ تیری گلی سے ہم
کرتا ہے ظلم ہم پہ وفادار جان کر — دیتے ہیں اُس پہ جان خدایا اِسی سے ہم
رہ رو کو راہ سے نہ بھٹکنے دیا کبھی — یوں بن گئے ہیں راہ نما پیروی سے ہم
ہم سا تو نا مراد نہوگا یقین تھا — حیران ہیں عدو[۶] کی سراسیمگی[۷] سے ہم

فصل بہار سے گل و بلبل سے باغ سے
ناخوش ہوئے ہیں اب تو وجودیؔ سبھی سے ہم

40

کفر و ایماں کی حقیقت کا تماشہ میں ہوں — زینتِ دیر ہوں میں رونقِ کعبہ میں ہوں
لِی مَعَ اللہ کے ارشاد کا معنیٰ میں ہوں — مقصد اینما کنتم کا معمہ میں ہوں

---

۱ خرابی ۲ مجبوری ۳ راز ۴ زندگی ۵ جدائی میں رونا (Cryied) ۶ دشمن ۷ پریشانی (برہمی)

اپنی صورت پہ کیا مجھ کو خدا نے پیدا اشرفِ خلق ہوں اللہ کا خلیفہ میں ہوں
سخت دشوار ہے مطلق سے مقید کا فراق[1] آپ مولا ہیں مرے آپ کا بندہ میں ہوں
نیستی[2] ہی سے نمایاں ہے نمودِ ہستی[3] یعنی قطرہ ہوں مگر حاصلِ دریا میں ہوں
شاہدِ وحدتِ مطلق ہوئی کثرت میری قطرہ ہوں موج ہوں گرداب ہوں دریا میں ہوں
مجھ میں پنہاں ہے وہی مجھ سے نمایاں جو ہے یعنی اللہ نہیں اللہ کا سراپا[4] میں ہوں

اے وجودیؔ مری تعظیم ہے لازم سب کو
مردمِ[5] عہدِ گزشتہ کا نمونہ میں ہوں

41

فرض فارض[6] کے سوا نام و نشان کچھ بھی نہیں ہستی غیر[7] بجز وہم و گماں کچھ بھی نہیں
ما سوا اللہ بجز وہم و گماں کچھ بھی نہیں انس و جاں کچھ بھی نہیں کون و مکاں کچھ بھی نہیں
وہی موجود یہاں[8] ہے جو وہاں[9] ہے موجود ہستیِ غیر یہاں اور وہاں کچھ بھی نہیں
عدمِ محض[10] ہے سب ہستیِ مطلق[11] کے سوا کہ جہاں کچھ بھی نہیں اہلِ جہاں کچھ بھی نہیں
طلبِ یارِ حقیقی نہ ہو مقصود تو پھر شیون و نالہ و فریاد و فغاں کچھ بھی نہیں
کیف[12] مطلق مُتَکَیِّف ہے بانواع[13] دگر یعنی یہ رنج و خوشی سود و زیاں کچھ بھی نہیں
دیکھ فی ھذہ اعمیٰ[14] سے اشارہ کیا ہے کہ یہاں کچھ بھی نہیں ہے تو وہاں کچھ بھی نہیں

للہ الحمد کہ صدقہ میں شہ جیلاںؒ کے
اب وجودیؔ کو وجودیؔ کا گماں کچھ بھی نہیں

---

1. ربط ٹوٹنا 2. بندہ (مظہرِ حق) 3. حق (وجودِ حق) 4. حق نما 5. دورِ صحابہ و تابعین (اسلاف) 6. مفروضہ و اعتبارات (Assumption) 7. غیر اللہ 8. عالمِ شہادت (دنیا) 9. عالم علوی (آسمانوں میں) 10. وجود ذاتی نہ ہونا (وجودِ اضافی) 11. وجود بالذات (وجودِ حقیقی حق تعالیٰ) 12. حالت (کیفیت) 13. مختلف طور (قسم) 14. یہاں کا اندھا

42

جدھر دیکھتا ہوں جہاں دیکھتا ہوں — نمایش تری بے گماں دیکھتا ہوں
بصیرت سے اشیاءِ عالم میں ہر دم — مری جان تجھ کو عیاں دیکھتا ہوں
بجز تیرے اشیاء کو ہستی[1] نہیں ہے — یہی دیکھتا ہوں جہاں دیکھتا ہوں
حقیقت میں موجود و مشہود تو ہے — میں اپنے کو وہم و گماں دیکھتا
مقید[2] میں تیری نمایش ہے مطلق[3] — مکاں میں تجھے لامکاں دیکھتا ہوں
کسے غیر جانوں کسے غیر مانوں — تجھے دیکھتا ہوں جہاں دیکھتا ہوں
بہار و خزاں میں ہر اک خار و گل میں — تماشا ترا جانِ جاں دیکھتا ہوں
جہاں کے تماشے سے کیا کام مجھ کو — میں اپنے میں حق کو عیاں دیکھتا ہوں
مکاں ہو زماں ہو عیاں ہو نہاں ہو — تجھی کو فقط میری جاں دیکھتا ہوں

وجودیؔ کی آنکھوں سے دن رات تجھ کو
عیاں دیکھتا ہوں نہاں دیکھتا ہوں

43

کوئی سما گیا ہے بساطِ[4] خیال میں — سو سو تجلیاں ہیں مرے بال بال میں
پرواز کر رہا ہے فریب خیال میں — یہ مرغ وہ نہیں ہے جو پھنس جائے جال میں
تجھ کو بتا کے سامنے سجدہ کیا کروں — صورت خدا کی ہے ترے حُسن و جمال میں
ہر اک ادا تمہاری خدائی پہ چھا گئیں — ایسی کہاں ہے بات کسی نو نہال میں
بیعت خدا سے ہو مرا ارمان ہے یہی — لا اپنا ہاتھ دے مرے دستِ سوال میں
ہر حرفِ آرزو میں ہزاروں ہیں مدعا — جنت سما گئی ہے ہمارے سوال میں

---

۱ وجودِ حیات (حیات) ۲ ممکن (وجود بالعرض) ۳ واجب (وجود بالذات) ۴ وسعت

اک برق اضطراب تھی رحمت کہ گر پڑی / کیا جانے کیا اثر تھا مرے انفعال[1] میں
میرے خیال میں نہیں آتے ہو تم مگر / یہ لطف ہے کہ میں ہوں تمہارے خیال میں
رہتا ہے دور دور جو وہم و خیال سے / ہوتا ہے جلوہ ریز مرے بال بال میں
اک اک سخن میں کافر و مومن کی جان ہے / جادو بھرا ہوا ہے تری بول چال میں
اس کی نمایشوں سے نکلنا محال ہے / دنیا بسی ہوئی ہے بساطِ خیال میں
دنیا بدل گئی ہے زمانہ بدل گیا / مجھ کو وہی جنون ہے پھراب کے سال میں
آباد بوند بوند میں جس کے ہیں میکدے / ایسی شراب ہے مرے جام سفال میں
مانع نہیں ہیں ذات کو پردے صفات کے / ہے چودھویں کا چاند طلوع ہلال میں
بزمِ نشاطِ غیر، نہ بن جائے بزمِ غم / بجلی تڑپ رہی ہے مرے عرضِ حال میں
ذوقِ نیاز ہے وہی جور و جفا کے بعد / کیا خاک انکسار ہے گردِ ملال[2] میں

افضل کو ہو پسند وجودیؒ کی غزل
دشوار ہے محال ہے میرے خیال میں

44

دیر سے نا آشنا کعبہ سے میں بیگانہ ہوں / دور ہوں سب سے مقیم کوچہ جانانہ ہوں
کیف مستغنی ہے مرا غیر کے احسان سے / میں خود ہی ساقی خود ہی بادہ خود ہی پیمانہ ہوں
ہر گھڑی پینا پلانا بس یہ اپنا کام ہے / رند ہوں خود بھی فداءِ مسلک رندانہ ہوں
افتخارِ[3] رندی و مستی ہے میری ذات سے / رونقِ پیمانہ ہوں اور زینتِ میخانہ ہوں
بے خبر ہوں زہد کہتے ہیں کسے تقویٰ ہے کیا / میں تو رندِ مست ہوں اور ساکنِ میخانہ ہوں
پوچھتے کیا ہو رسومِ دہر مجھ سے دوستو / بے خبر ہوں مست ہوں مدہوش ہوں دیوانہ ہوں

---
۱ ندامت عاجزی ۲ معمولی ملال (حقیر احساس) ۳ آبروئے مے کشی

مذہب وملت کے راہ رسم سے ہوں بے نیاز میں ندیم[1] و راز دار خلوتِ جانانہ ہوں
شادیٔ وصل وغمِ فرقت سے کچھ مطلب نہیں میں تو اک شمعِ جمال یار کا پروانہ ہوں

کفر سے کچھ کام ہے مجھ کو نہ کچھ اسلام سے
اے وجودیؔ میں تو اپنے شمسؒ کا دیوانہ ہوں

45

شہود وغیب کے جلوؤں میں گھر گیا ہوں میں فریبِ ذوقِ نمائش میں مبتلا ہوں میں
مراد عشق کی تکمیل کر چکا ہوں میں کہ اس کی راہ میں خود آپ کھو گیا ہوں میں
قیاس و وہم سے پرواز کر گیا ہوں میں حجابِ ما و شما[2] کو ہٹا دیا ہوں میں
نشاط و عیشِ محبت کی انتہا ہوں میں کہ روز و شب ترے در پر پڑا ہوا ہوں میں
کسی کے امر کا رہتا ہے انتظار مجھے بقا پذیر ہوں آمادۂ فنا ہوں میں
نہ اٹھ سکا مرے بود و نبود[3] کا فتنہ کہ اپنی موت سے پہلے ہی مر گیا ہوں میں
فنا سرشت[4] ہے میری بقا نہیں مجھ کو مگر تمام خدائی پہ چھا گیا ہوں میں
نہ زندگی پہ تصرف نہ موت پر قابو مراد کیا ہے مری کس کا مدعا ہوں میں
خبر نہیں ہے مقدر دکھائے گا کیا کیا کہ قافلہ سے بہت پیچھے رہ گیا ہوں میں
فریب میں نظرِ امتیاز کے نہ پھنسا جہاں کو اور نگاہوں سے دیکھتا ہوں میں
تمہارے دستِ کرم کی ذرا مدد ہو جائے جہاں کی بوقلمونی[5] میں پھنس رہا ہوں میں
نہ کافروں میں ہے گنتی نہ مومنوں میں شمار سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ ہوں تو کیا ہوں میں
مجھی کو دیکھتے رہتے ہیں دیکھنے والے کہ لامکاں و مکاں میں سما گیا ہوں میں

صراطِ عشق وجودیؔ ہے پُرفتن رستہ
خدا ہی مجھ کو سنبھالے کہ پھنس گیا ہوں میں

---

[1] رفیق (دوست) [2] ہمارے تمہارے درمیان پردہ [3] موجود ہونے [4] اصل (ذاتی) [5] رنگا رنگی

46

نمایاں خود ظہورِ رحمتِ عالم، میں ایسا ہوں — محمد نام کو ہیں اور ظاہر میں ہی گویا ہوں
علی و احمد مرسل کے ہیں یہ دو لقب میرے — کوئی میرا سراپا ہے کسی کا میں سراپا ہوں
تحدد[1] سے تحصر[2] سے تقید[3] سے تعین سے — مقدس ہوں مجرد ہوں مبرا[4] ہوں منزّہ[5] ہوں
نہ کوئی غیر ہے میرا نہ کوئی مشترک مجھ سے — صفت میں ذات میں افعال میں یکتا اکیلا ہوں
کہ ہیں یہ خیر و شر دو آیتیں آیات سے میرے — غنی قادر صمد قیّوم حیّ خلّاق سب کا ہوں
خرد پا سکتی ہے مجھ کو نہ آنکھیں دیکھ سکتی ہیں — مگر آثار میں احکام میں موجود ہر جا ہوں
جو میرا ہو کے دیکھے گا مجھے وہ پائے گا بیشک — یہی ہے راز میرا اگرچہ ہر شئے سے منزّہ ہوں
توحّد[6] شانِ اطلاقی تعدّد[7] شانِ تقئیدی — تمیز معرفت میں میں ہی بندہ اور مولا ہوں

وجودیؔ شمس دیں ہے شمس دیں گویا وجودیؔ ہے
محمد میرا نقشہ ہیں محمد کا میں نقشہ ہوں

47

دشمن سے گفتگوئے مروت ہی کیوں نہو — میرا ہو ذکر گرچہ شکایت ہی کیوں نہ ہو
کوچہ میں تیرے مجھ پہ قیامت ہی کیوں نہو — مرتا ہوں تجھ پہ لاکھ مصیبت ہی کیوں نہو
مجھ کو تو ساتھ آپ کے رہنا ضرور ہے — مانا کہ مدعی کی عیادت ہی کیوں نہو
اٹھیں گے ہم نہ آج تری بزم سے کبھی — اُٹھیں ہزار فتنے قیامت ہی کیوں نہو
منظور عرضِ حال ہے اُن کے جناب میں — اپنا بیان غیرِ فصاحت ہی کیوں نہو
مجھ کو جو دیکھنا ہو وہی دیکھتا ہوں میں — آئینہ ظہور میں کثرت ہی کیوں نہ ہو
ہے بات جب کہ آپ نہ بھولیں مجھے کبھی — مانا کہ آپ سے مجھے غفلت ہی کیوں نہو

---

[1] پابندی [2] گنتی [3] قید [4] بے تعلق [5] آزاد [6] احدیت (توحیدِ حقیقی) [7] واحدیت (توحیدِ حکمی)

جس میں خوشی ہو آپ کی اپنی خوشی وہی مسرور آپ ہوں مجھے زحمت ہی کیوں نہو
وشمن میرا شریک نہ ہو مجھ کو عار ہے میرے نصیب میں میری قسمت ہی کیوں نہو
اہلِ نظر ہیں دیکھنے والے یقین سے پردوں میں لاکھ آپ کی وحدت ہی کیوں نہو
ہے وحدت الوجود وجودیؔ نگاہ میں
پیش نظر وجود کی کثرت ہی کیوں نہو

48

جان عالم باد قربانش عجائب دلبرے عزمِ بخشش در دل و تاجِ شفاعت بر سرے
خوفِ عصیاں چوں کنم اے ساقئ کوثر نواز شکر ایزد را کہ دارم چوں تو پیشِ داورے
من چہ گویم مدحِ پاکِ خاتمِ پیغمبراں او خدا را بندہ مارا ہست بندہ پرورے
ہرچہ باشد خالقِ ارض و سما را بندۂ تو براں فرماں روائے باشادہے سرورے
داستانِ ناتوایم چہ گویم پیشِ تو بر گلویم کسے را تیز باشد خنجرے
از تہی دستانِ قسمت نیستم اَماو لے علم دارم نئے کمالے مال دارم نئے زرے
مہربان وحامی و مشکل کشا و دستگیر
جز تو ایں بیکس وجودیؔ رانبا شد دیگرے

49

تیرے کوچے میں ہے ارزانی¹ ایماں پیارے کافر آجائے تو ہوجائے مسلماں پیارے
میری نس نس میں سما جا ترے صدقے جاؤں میری رگ رگ کو بنادے تو رگِ جاں پیارے
حرف آئے نہ کہیں دستِ عطا پر تیرے دُرِ² مقصود سے بھر دے مرا داماں پیارے
مسندِ عرش ہو یا طور ہو یا غارِ حرا تری صورت نظر آتی ہے نمایاں پیارے

¹ بہتات Plenty ² گوہر (موتی)

میں تو بندہ ہوں مری عزت وحرمت کیا ہے
تو تو مشہور زمانے میں ہے ذیشاں پیارے

تابہ کئے[1] حسرت وارماں کو دبائے رکھوں
کہ بھڑکتی ہے بہت آتشِ پنہاں پیارے

دونوں عالم میں نہیں میرا کوئی تیرے سوا
ایک تو ہی مری ہستی[2] ہے مری جاں پیارے

یہ تمنا ہے مری اور یہ حسرت ہے میری
میں ترے ساتھ رہوں دست بداماں پیارے

طاقتِ صبر نہیں ضبط کا یارا بھی نہیں
کیا گرفتارِ مصیبت ہے مری جاں پیارے

دل کا ارمان ہے آنکھوں کی تمنا ہے مگر
دیکھ سکتا ہوں کہاں حسن کو عریاں پیارے

نہ برومند[3] ہوئی ضبط الم کی تدبیر
بے اثر ہی رہا میرا غمِ پنہاں پیارے

آپ اپنے کو سمجھنے کا جو حق تھا سمجھا
کہ وجود اور عدم ہے مرا یکساں پیارے

سہل سے سہل بھی مجھ کو نہیں آساں لیکن
سخت سے سخت بھی مشکل تجھے آساں پیارے

نہ فقیری کی تمنا نہ امیری کی ہوس
کہ وجودیؔ کو مدینہ کا ہے ارماں پیارے

50

سعیِ بے سود ہے تدبیر سے کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو قسمت میں لکھا ہوتا ہے

مہر سے ذرّہ ناچیز جُدا ہوتا ہے
چشمِ حق بیں میں مگر مہر نما ہوتا ہے

مرے دل میں نہ تمنا ہے نہ ارماں کوئی
پھر یہ کیوں رنج پر اک رنج سوا ہوتا ہے

موت کا روز نہیں یوم مسرت ہے یہ
اک گرفتارِ بلا آج رہا ہوتا ہے

ہم سمجھتے ہیں اُسے عزمِ عمل کی تحریک
تو اگر دشمنِ اربابِ وفا ہوتا ہے

کوچۂ عشق ہے یہ کعبہ نہیں دیر نہیں
فتنے اُٹھتے ہیں یہاں حشر بپا ہوتا ہے

خوگرِ جور[4] و جفا کو نہیں احساسِ الم
غم بھی ہوتا ہے تو اندوہ رُبا ہوتا ہے

---

[1] کب تک، [2] زندگی [3] فائدہ بخش (Fruitful) [4] عادی ظلم وستم

بندۂ عشق کو ہے حسن سے فطری نسبت
ہم تجھے چاہیں تو' کیوں ہم سے خفا ہوتا ہے

کوئی عالم میں نہیں ہستیِ[1] عالم کے سوا
نہ وہ محرومِ بقا ہے جو فنا ہوتا ہے

کیوں ہے اللہ کی رحمت سے وجودیؔ مایوس
صبر کر صبر کر اب فضلِ خدا ہوتا ہے

51

سمجھنے کا جو حق تھا ہم اُسی کو بر ملا سمجھے
خدا کو ہم محمد ﷺ اور محمد ﷺ کو خدا سمجھے

حقیقت اس کو کہتے ہیں تحقُّق ایسا ہوتا ہے
جسے دیکھے خدا دیکھے جسے سمجھے خدا سمجھے

یہی توحیدِ مطلق ہے یہی عرفانِ کامل ہے
نہ غیرِ کبریا پائے نہ غیرِ کبریا سمجھے

وہی سب کی حقیقت ہے وہی سب کا مقوم[2] ہے
اُسی کو جا بجا دیکھا اُسی کو جا بجا سمجھے

کرے توحید کی تحقیق جو شیخ محقق سے
خدا کو بندہ سمجھے وہ نہ بندے کو خدا سمجھے

تعین[3] میں تشخص[4] میں تحدّد[5] میں تحصّر[6] میں
سمجھنے والے بھی سمجھے تو بے چون و چرا سمجھے

وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن
یہ اک رازِ حقیقت ہے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

منزّہ[7] ہر تعین[8] سے مشخّص[9] ہر تشخّص سے
اُسی کو ہم ھُــوَ[10] سمجھے اُسی کو ہم انا سمجھے

وہی موجود عالم ہے وہی مشہودِ[11] عالم ہے
مگر ہر حال میں سمجھے تو بے چون و چرا[12] سمجھے

وجودیؔ پیر شمس الدین کے لطف و عنایت سے
بہت اچھی طرح ہم مسئلہ توحید کا سمجھے

---

1 وجودِ حقیقی (حق تعالیٰ) 2 قائم (رب) 3 قید (ممکن) 4 شخصیت (بندگی) 5 ایک ہونا (وحدت) 6 گنتی (کثرت)
7 آزاد 8 قید 9 تعین لیا ہوا (ظاہر) 10 وجود (عینِ ذات) 11 حاضر و ناظر 12 ہر تعین و عیب سے پاک (سبحان)

52

اپنے ہی تغافل نے رکھا دور خدا سے
لیکن ہوئے ہشیار انا الحق کی صدا سے

جو بزم تصور میں بھی میرے نہیں آتا
امیدِ وفا خاک ہو اُس محوِ جفا سے

ہے دم [1] کی طرح عیسیٰ دوراں بھی خفا سے
آزار محبت جو بڑا اور دوا سے

یہ حال ہے سودائے سرِ زلفِ دوتا سے
لپٹا ہوا رہتا ہوں شب و روز بلا سے

الفت ہے جنہیں اس لبِ اعجاز نما سے
کُلّی بھی نہیں کرتے ہیں وہ آبِ بقا سے

دو پھول چڑھائے نہ کوئی شمع جلائے
کی خوب وفا قبرِ شہیدانِ وفا سے

اب مجھ کو پلاتے ہیں وہی شربتِ دیدار
کچھ روز جو پہلے تھے میرے خون کے پیاسے

کس طرح کروں طرزِ تغافل کا گلہ میں
فرصت بھی تو پاؤں کبھی اندوہِ وفا سے

بکھرے نہ یہ شیرازۂ امکان [2] و وجوبت [3]
ڈر ہے کہ قیامت نہ اُٹھے لغزشِ پا سے

جنت کی ہے رغبت نہ جہنم کا ہے کھٹکا
زاہد تو ڈراتا ہے کسے روزِ جزا سے

دیکھے کوئی نیرنگیٔ دنیا [4] کا تماشا
بنتے سرِ جمشید و سکندر کے ہیں کاسے

امید ہو کیا بوسۂ لب کی ہمیں اُس سے
آنکھیں بھی جو ملنے نہیں دیتا کفِ پا سے

ملتا ہے ہوس ناکیٔ دشمن کا صلہ کیا
مقصود تو پورا نہ ہوا اپنی وفا سے

دز دیدہ [5] نظر سے تمہیں کیا مد نظر ہے
مٹی میں ملاؤگے مجھے شرم و حیا سے

رکھتا ہوں دل آخر کوئی بے دل تو نہیں ہوں
یہ چھیڑ تو اچھی نہیں مجھ بے سروپا سے

ہو جائے گا ایک دن سفرِ شہرِ مدینہ
اے دل یہ کوئی دور نہیں فضلِ خدا سے

اسلام کا کنبہ کبھی کرتا نہ ترقی
پیدا مرے آقا کے نہ ہوتے جو نواسے

مردودِ خدا ہیں وہ جہنم میں جلیں گے
کینہ ہے عداوت ہے جنہیں آلِ عبا [6] سے

---

[1] خون [2] عبدیت (عبد) [3] معبودیت (رب) [4] گردشِ زمانہ [5] شوخ و شرمیلی [6] اہلِ بیت

مرقد میں قیامت میں گزر جائیگی اچھی | امید بہت کچھ ہے مجھے شیر خدا سے
کیا چیز ہے یہ ہمت اربابِ کرم بھی | بھرتا نہیں دل اُن کا فقیروں کی صدا سے
تردامنی دامنِ تر دیکھ تو واعظ | کم دیدۂ گریاں نہیں رحمت کی گھٹا سے

پھکتا ہے تپ ہجر سے دن رات وجودیؔ
یہ آگ بجھے گی تیرے دامن کی ہوا سے

53

اب تعلق نہ حرم سے ہے نہ بت خانے سے | میں ہوں بے فکر تیرے راہ میں کھو جانے سے
عمر بھر مجھ سے نہ چھوٹے تری چوکھٹ ساقی | یعنی میت مری نکلے ترے میخانے سے
عشق آغاز ہوا حسن کی بنیاد پڑی | آپ جس روز نکل آئے نہاں خانے سے
سورما دیر کا ہو یا ہو دھنی کعبے کا | کون محروم گیا ہے ترے میخانے سے
اب نہ وہ طرز جفا ہے نہ وہ اندازِ ستم | مدعا فوت ہے اُن کا مرے مر جانے سے
ایک شب وہ گلِ خوبی جو ہوا تھا مہماں | آج تک بوئے بہشت آتی ہے کاشانے سے
راس آئی نہ تجھے صحبتِ رنداں اے شیخ | آبرو کھولی نکالے گئے مے خانے سے
کوئی مشکل نہیں سر پھوڑ کے مر جانے میں | بات کچھ اور ہے فرقت میں جئے جانے سے
شوقِ جنت بھی نہیں خوفِ جہنم بھی نہیں | ہے غرض مجھ کو تیری راہ میں کھو جانے سے

اے وجودیؔ کوئی جینے سے ہے اپنے نا چار
اور کوئی عاجز و مجبور ہے مر جانے سے

54

دل میں دنیا کی محبت نہ بسانا ہرگز گھر میں اللہ کے بت کو نہ بٹھانا ہرگز
بھول کر شیخ کی باتوں میں نہ جانا ہرگز یعنی مے خانے سے محروم نہ آنا ہرگز
یہی جنت یہی کعبہ یہی بُت خانہ ہے کوچۂ یار سے بستر نہ اٹھانا ہرگز
شوق سے دار پہ چڑھنا ہو تو چڑھنا لیکن عزم سے اپنے کبھی باز نہ آنا ہرگز
حرم و دیر نہیں ہے درِ ساقی ہے یہ آبرو ہوش میں آکر نہ گنوانا ہرگز
دل کی یہ آہ نہیں تیرِ قضا ہے گویا زد میں اُس کے نہ کبھی بھول کے آنا ہرگز
آپ انصاف اگر کرتے ہیں کیجیے لیکن کسمپرسی[1] کو مرے بھول نہ جانا ہرگز
مجلسِ عیش نہ ہو جائے کہیں بزمِ عزا[2] داستاں میرے الم کی نہ سنانا ہرگز

اے وجودیؔ تم اگر شیر خدا کے ہو غلام
پیشِ باطل کبھی سر کو نہ جھکانا ہرگز

---

1 بے بسی (بے چارگی) 2 ماتم

55

ہر مقیّد میں ہے مطلق کا تماشا مجھ کو
بینا کیا خوب کیا دیدۂ بینا مجھ کو

سب مجھے دیکھتے ہیں سب کی نظر ہے مجھ پر
کوئی پردہ میں رہا کر دیا افشا مجھ کو

خوب پہچانتا ہوں آپ کو بندہ پرور
دھوکا دے گا کبھی کعبہ نہ کلیسا مجھ کو

آپ جس دن نظر آئے نظر آیا اُس روز
حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا مجھ کو

غیر تو غیر مجھے اپنی خبر تک بھی نہیں
اس نے بیگانہ بنایا ہے کچھ ایسا مجھ کو

ایک تم ہو کہ ہے عالم کو بھروسہ تم پر
ایک میں ہوں کہ نہیں میرا بھروسہ مجھ کو

آپ جس روز گئے روزِ قیامت تھا وہی
غمِ امروز ہوا ہے غمِ فردا مجھ کو

مجھ سے تم کو ہیں زمانہ میں ہزاروں لیکن
ڈھونڈ مارا نہ ملا ایک بھی تم سا مجھ کو

آپ ناخوش نہ ہوں مجھ سے یہی میری ہے مراد
دین کا شوق نہ دنیا کی تمنا مجھ کو

تم کو پایا تو کھلی سب کی حقیقت مجھ پر
اب کسی سے بھی تعلق نہیں اصلا مجھ کو

حاصلِ بارِ امانت ہوں خلیفہ ہوں میں
خاکساری سے ملا مرتبہ کیا کیا مجھ کو

دیکھتے دیکھتے سب رازِ حقیقت کھل جائے
دیکھ لے کوئی اگر دیکھنے والا مجھ کو

اے وجودیؔ وہی مسجود ہے بیشک اپنا
جس نے مسجود فرشتوں کا بنایا مجھ کو

سخنستانِ وجودی

پانچواں...... باب

غزلیات

غزلیات

56

جلوۂ حُسنِ صنم موقع نہیں تاخیر کا
ذرہ ذرہ منتظر ہے مہر کی تنویر[1] کا

انبساطِ[2] عشق کا انداز دیکھا چاہیئے
رنگ بھی لیلیٰ نما ہے قیس کی تصویر کا

اک طرف جوشِ جنوں ہے اک طرف لُطفِ بہار
کون دامن گیر ہو دستِ گریباں گیر کا

بیٹھ جا خاموش یا مٹ جا سرِ راہ رضا
یوں گِلا کب تک کرے گا آہِ بے تاثیر کا

لطف سے خالی نہیں یوسفؑ کے ایامِ الم
مقتضی خواب زلیخا تھا اسی تعبیر کا

ہمت اے کیف حقیقت جذبے سارے مٹ چکے
اب زمانہ ہے یہی مئے خانہ کی تعمیر کا

میں بھی اپنے ساتھ رکھتا ہوں خطِ تقدیر[3] کو
حشر میں کھلنے تو دو نامہ مری تقصیر[4] کا

لاش نکلے گی درِ ساقی سے اپنی ایک دن
میری رگ رگ میں بسا ہے ذوق یک درگیر کا

فتنۂ حسن و وقارِ عشق ٹیڑھی کھیر ہے
ورنہ کیا سر پھوڑنا حاصل تھا جوئے شیر[5] کا

وحشتِ دیوانۂ شوقِ شہادت کچھ نہ پوچھ
ڈھونڈتا ہے زخم کے دامن میں پھل شمشیر کا

اس قدر بوسے لئے میں نے کہ حسرت مٹ گئی
اللہ اللہ کیا تحمل ہے تری تصویر کا

جذبۂ ذوقِ نظر ہے ہجومِ شوق ہے
بن رہے گا بت کدہ کوئی، تری تصویر کا

جب دُرِّ مقصد سے نادانوں نے دامن بھرلیا
پاؤں پر تقدیر کے سر جھک گیا تدبیر کا

ذرہ ذرہ میں جہاں کے جھانکتا پھرتا ہے کیوں
دیکھنے والا کسی کے روئے پُر تنویر[6] کا

سر پہ خم[7] شیشہ بغل میں ہاتھ میں جامِ شراب
اب یہ موقع ہے وجودیؔ آپ کی تصویر کا

---

[1] جھلک [2] سرور [3] تحریر [4] قصور [5] صبر آزما (عشق) [6] روشن [7] گھڑا (صراحی)

57

مجھے دھوکا سا ہو کر رہ گیا عصیاں[1] پہ عصیاں کا
کچھ اس انداز سے رحمت نے عیبوں کو مرے ڈھانکا

نیا فتنہ ہے یہ فتنہ جنونِ فتنہ ساماں[2] کا
لیا ہے کام دامانِ تمنا سے گریباں کا

سُراغ[3] اپنا جہاں ملتا ہے وہ کچھ اور دنیا ہے
یہ علم ایک پَرتَو[4] ہے ہمارے طاقِ نسیاں[5] کا

جفا کیا ہے وفا کیا ہے حقیقت اسکی کھل جاتی
مگر کس نے زمانے میں تجھے پرکھا[6] مجھے آنکا[7]

نہیں ہے دَورِ مجنوں کا اب اپنا فیض جاری ہے
پھریرا[8] وحشت میں اُڑنے لگا ہے میرے داماں کا

چراغِ دیر و مصباحِ حرم کی اک حقیقت ہے
کہ دونوں میں اُجالا ہے ترے شمعِ شبستاں کا

یہی شائد ہے تفسیرِ مآلِ عاشقی یاربّ
تڑپ سینہ میں دل کی اور تلاطم[9] دل میں ارماں کا

مرا دل چیر کر دیکھے کوئی گر دیکھ سکتا ہے
نہ کافر کی تمنا ہے نہ ارماں ہے مسلماں کا

زمانہ ہو چکا ہم کھو چکے ہیں امتیاز اپنا
کسے کب ہوش باقی ہے گریباں اور داماں کا

فریبِ دیدۂ ظاہر نظر انداز اگر ہو جائے
تو دیکھے ذرّے ذرّے میں تماشا[10] مہرِ تاباں[11] کا

سمجھ میں کچھ نہیں آتا کسے میں بھول بیٹھا ہوں
حرم سے دیر تک چرچا ہے میرے سہو نسیاں[12] کا

بھرم کھلنے نہ پایا پڑ گیا پردہ حقیقت پر
لٹا ہے قافلہ منزل پہ اک بے ساز و ساماں کا

مری مجبوریاں اک دن مجھے مختار کر دینگی
کہ اندازہ ہے مجھ کو اپنی حسرت اپنے ارماں کا

قیامت کر رہی ہیں حسرتیں[13] ویرانہ دل میں
پھر اس ظالم نے مجھ کو روزنِ دیوار سے جھانکا

وجودیؔ ناز کیا کیا ہے مجھے اپنے مقدر پر
غلامِ شمس دیں ہوں اور بندہ غوثِ جیلاں کا

---

[1] گناہ [2] تمنا، خواہشات [3] پتہ [4] نتیجہ (اثر) [5] قابلیت فنائیت [6] جانچا [7] اندازہ کیا

58

اے اضطراب جلوہ بتادے یہ کیا ہوا
سینہ میں دل ہے برقِ تجلی بنا ہوا

ایسا کشیدگی[1] کا ہے نقشہ جما ہوا
ہم سے خیالِ یار بھی اب ہے کھچا ہوا

ناصح نہ پوچھ عشق کا انجام کیا ہوا
غم مجھ کو ابتدا ہی میں بے انتہا ہوا

ہاتھوں میں اب وہ دامنِ صبر و رضا کہاں
مجوب[2] سر بلندی دست دعا ہوا

مجبوریوں کا عشق کے پردہ نہ فاش ہو
بیٹھا ہوں بزم غیر میں میں بھی چھپا ہوا

آزاد ہوں کشاکشِ نیرنگ[3] دہر سے
رہتا ہوں روز و شب ترے در پر پڑا ہوا

ہستی نہ پوچھ اس دلِ حرماں[4] نصیب کی
اک نقطۂ خیال ہے وہ بھی مٹا ہوا

یوں مرغ جاں ہے مائلِ پرواز ہجر میں
اڑنے کو جیسے ہو کوئی طائر[5] تھکا ہوا

خود غرضیٔ رقیب کے شکوے سے فائدہ
اب احتیاط کیجئے جو کچھ ہوا ہوا

تو مل گیا جو مجھ کو قیامت میں بے وفا
سمجھوں گا میں کہ وعدۂ فردا وفا ہوا

قابو ہو خاک، گریۂ[6] بے اختیار پر
تھمتا نہیں ہے جوش پہ دریا چڑھا ہوا

کرنے لگے رقیب محبت سے الحذر[7]
مرنا مرا زمانہ میں عبرت فزا ہوا

دیوانگانِ عشق کی کیا آن بان ہے
دامن دریدہ[8] اور گریباں پھٹا ہوا

مجھ سا نہ ہوگا گلشنِ دنیا میں نا مراد
وہ گل ہوں رنگ بو کی طرح ہے اڑا ہوا

صد چاک اب تو دامن صبر و قرار ہے
کیوں عرصہ اس قدر تجھے فضل خدا ہوا

شغل جفا رہا نہ وہ مشقِ ستم رہی
مرنے سے میرے فوت ترا مدعا ہوا

---

۱ کھنچاؤ Tension ۲ پوشیدہ ۳ وقت کی عجیب کشمکش ۴ مایوسی ۵ پرندہ ۶ رونا تڑپنا ۷ ڈرنا ۸ پھٹا ہوا

اللہ رے شوق دید کہ ہنگام ذبح بھی دنیا سے جا رہا ہوں اسے دیکھتا ہوا
کیا شکلِ وصل بزمِ تصور میں ہو عیاں آئینۂ خیال ہے ٹوٹا پڑا ہوا

شکوہ جفا کا اُن کے وجودیؔ نہ کیجئے
معشوق کب جہاں میں کوئی با وفا ہوا

59

یہ احساں ہے مرے راہ نما کا کہ ہر چیز میں جلوہ ہے خدا کا
وہ دیتے ہیں کوئی مانگے نہ مانگے انہیں یاد قرینہ[1] ہے عطا کا
نہیں لذّت آزار تو کیا لطف کسی کے ستم و جور و جفا کا
نہ دنیا سے تعلق ہے نہ دیں سے کہ میں نے ترے کوچہ کو ہے تا کا
نہیں سے نہیں ثابت نہیں ہوتا فنا ہی سے ہے اثبات بقا کا
یہ دو دن کی امارت[2] پہ نہ اتراؤ کھیں رُخ نہ بدل جائے ہوا کا

حکومت ہے نہ دولت ہے نہ ثروت
وجودیؔ کو بھروسہ ہے خدا کا

60

اپنی زباں پر ہے تمہیں اختیار کیا پھر اعتبارِ وعدۂ بے اعتبار کیا
کیوں پوچھتے ہو تم مرے بے تابیوں کا حال نکلے گی آرزوئے دل بے قرار کیا
ہوگا غلط جو وعدہ فردا[3] اِسی طرح آئے گا حشر کا مجھے پھر اعتبار کیا
فرصت ملے بھی کش مکشِ ہجر سے کہیں ہوگا خیال لذتِ بوس و کنار[4] کیا

---

[1] اسلوب، طور طریقہ [2] حکومت خوشحالی [3] کل [4] پیار میں گلے لگنا

آئے بغیر رہ نہ سکے بزم غیر سے	اب بھی کہو گے جذبِ دلِ بیقرار کیا
ان کو وفا پرست کہا ہے جو غیر نے	باقی رکھیں گے میرا نشان مزار کیا
آنسو نہ تھم سکے نہ فغاں میری رُک سکی	کیا جانے یاد آگیا بے اختیار کیا
ہوں بدگمانیاں نہ دلِ داد خواہ کو	اب امتحانِ غیر ہے پیش مزار کیا
پھولوں نہیں سماتے ہو دولت پہ مُنعموں[1]	اس باغ میں رہے گی ہمیشہ بہار کیا

کب تک رہیں گی دل میں وجودیؔ یہ کاوشیں[2]
تیرِ نظر نہ ہوگا کلیجہ کے پار کیا

61

مضطرب میری طرح کل بتِ بے پیر بھی تھا	آہ و فریاد بھی تھی نالۂ شب گیر[3] بھی تھا
لطف جب تھا کہ ستم سے بھی کرم بڑھ جاتا	بخش دیتے ہیں اگر لائق تعزیر[4] بھی تھا
خوگرِ[5] کاوشِ مژگاں[6] ہی نہ تھا فرقت[7] میں	دل یہ سودا زدۂ[8] زلفِ گرہ گیر بھی تھا
ناز[9] کے تھے شب وعدہ کہ حنا[10] کے پابند	یا کوئی اِس سے سوا باعثِ تاخیر بھی تھا
ہم جو ناکامِ جراحت[11] رہے باعث کیا ہے	تیرے نزدیک تو شمشیر بھی تھی تیر بھی تھا
وصل کی رات عجب لطف سے گزری اپنی	کچھ وہ خاموش بھی تھا مائل تقریر بھی تھا
مثلِ موسیٰ کے رہے روئے زمیں پراے دوست	تف ہے قاروں پہ اگر واقفِ[12] اکسیر بھی تھا
چاک داماں کو کئے خاک بہ سر پھرتا ہے	قیدیٔ زلف ترا لایقِ زنجیر بھی تھا
ہائے وہ وعدہ خلافی کی ندامت اُس کی	بات کرتا بھی تھا شرمندۂ تقریر بھی تھا
غم نہ تھا نالۂ بے سود کا تنہا مجھ کو	لب پہ ہمراہِ فغاں[13] شکوۂ تاثیر بھی تھا

---

[1] مالدار و [2] کوشش [3] رونا رات بھر [4] سزا [5] عادی [6] پلکیں تر کرنا
[7] جدائی [8] دیوانہ [9] معشوق [10] مہندی [11] زخم (گھاؤ) [12] اعلیٰ اقتدار (دولت مند) [13] درد بھرا

خنجرِ ناز نے دکھلائی روش قاتل کی تھا سسکتا بھی وہ بسمل[1] سے گلوگیر[2] بھی تھا
خانہ دل کو عبث تو نے مٹایا ظالم گو شکستہ[3] تھا مگر لائقِ تعمیر بھی تھا
کوئی سُلطاں نہیں محبوبِ علی خاں کا نظیر گرچہ اکبر بھی تھا شاہوں میں جہانگیر بھی تھا
اُن کی غفلت بھی ہوی مرگ کا باعث لیکن
اے وجودیؔ اثرِ شوی[4] تقدیر بھی تھا

62

دیکھا ہے جب سے طُور پہ نقشہ ظہور کا بدلا ہوا ہے رنگ دل ناصبور[5] کا
ہمت جو پست ہوگئی عجز و نیاز کی زینہ[6] بہت بلند تھا کبر و غرور کا
پا یا اُسے جو دور تھا وہم و قیاس سے اللہ رے حوصلہ مرے عقل و شعور کا
رحمت کو جوش آگیا حال تباہ پر عقدہ[7] کھلا ہے آج ہمارے قصور کا
پابندیاں رہیں نہ رسوم و قیود کی معدوم[8] فرق ہوگیا نزدیک و دور کا
اک مرتبہ حضور ﷺ کو دیکھا تھا خواب میں
پسپا[9] ہے حوصلہ مرے عقل و شعور کا

63

دل نہ دینے پر دل اس کافر ادا کا جل گیا دیکھکر شانِ حرم گویا کلیسا جل گیا
رنگ لائی پُر دہائے داد سے دل کی سدا تار کو چھیڑا نہ تھا ہم نے کہ نغمہ جل گیا
گرمیاں اتنی سمٹ آئی تھیں شوق دید میں جلوہ گاہِ ناز کا ایک ایک پردہ جل گیا
انگلیاں رکھیں ادھر مجھ دل جلے کی نبض پر اور ادھر بے ساختہ دستِ مسیحا جل گیا

---

[1] قاتل [2] ہچکیاں لیتا [3] ٹوٹا ہوا [4] بدنصیبی [5] بے صبر، [6] سیڑھی یا مقام، [7] مسئلہ [8] ختم (نہ رہا) [9] کمزور

ضبطِ غم عزمِ وفا طاقت و صبر و قرار
سرد مہری[1] سے ترے دل کا اثاثہ جل گیا

آپ کی بے اعتنائی آتشِ خاموش تھی
دل کو میرے جس قدر جلنا تھا اُتنا جل گیا

سوگ کس کا ہے نصیبِ دشمناں کچھ خیر ہے
کیا ہوا مستی گئی سرمہ گیا کاجل گیا

ہے تخیل میں روانی آتشِ سیال[2] کی
دیکھنا اک دن پرِ پروازِ عنقا جل گیا

قلب سوزاں کی میرے آتش فروزی دیکھنا
جوشِ وحشت میں جو کھینچی آہ صحرا جل گیا

نزع میں آبِ حیات لب کے بدلے قہر سے
وہ بُتِ کافر ادا، لینے کو گنگا جل[3] گیا

بجلیاں مجھ پر گرا کر چشمِ قہر آلود سے
پوچھتے ہیں وہ کہ دل ٹھنڈا ہوا یا کہ جل گیا

دیکھنا عالم کسی کی گرمیِ رفتار کا
فتنۂ محشر تہ نقشِ کفِ پا جل گیا

آپ کو ہمراہ میرے گرم صحبت دیکھ کر
مدعی کا آج دامانِ تمنا جل گیا

کیا اثر الٹا دکھایا سرد مہری نے تیرے
بزمِ دشمن میں ترا محوِ تماشا جل گیا

اے وجودیؔ دل بقولِ غالبؔ غفراں نصیب
دیکھ کر طرزِ تپاکِ[4] اہلِ دنیا جل گیا

64

ہے کمال اُس کا یہی تجھ میں فنا ہو جانا
ورنہ دشوار ہے بندے سے خدا ہو جانا

زندگی ہے تو قیامت بھی کوئی دور نہیں
دیکھ لیں گے ترے وعدے کا وفا ہوجانا

خیر بھولے سے سہی او مرے اغیار نواز
اس طرف بھی نظرِ لطف ذرا ہوجانا

ذوقِ دیوانگی جوشِ جنوں کیا کہیے
جان دینے کو سمجھتا ہوں رِہا ہوجانا

اس تمنا کے سوا اور تمنا کیا ہو
ہے تمنا تو یہی تجھ پہ فدا ہوجانا

---

[1] بے اعتنائی [2] آتش فشاں کی آگ [3] گنگا دریا کا پانی [4] آپس میں گرم جوشی (Cordiality)

لیتے جانا کبھی ہم خاک نشینوں کی خبر — اس طرف بھی کبھی کبھی اے بادِ صبا ہو جانا
ہائے وہ پہلی ملاقات کا اندازِ عجیب — آنکھ کی طرح سے، ملتے ہی جُدا ہو جانا
ہے علاج دلِ پُر درد کا، ارماں کس کو — مقصد اپنا ہے محبت میں فنا ہو جانا
مر گئے خیر نہ مرتے بھی تو مرتے اک دن — آرزو کب تھی خضرؑ سے بھی سوا ہو جانا
ہمت اے ضبطِ الم[1] اُف بھی نہ نکلے منہ سے — صورتِ شمع نہ سرگرمِ بُکا[2] ہو جانا
دلِ آوارہ جو پڑ جائے کسی کے ہاتھوں — سہل ہے قیدِ علالت سے رہا ہو جانا
سرزنش ہائے[3] تہی دستیٔ ارماں مت پوچھ — کیا برا ہے مجھے راضی برضا ہو جانا
بے نیازی سے قیامت جو اُٹھا رکھی ہے — آپ کیا اس کو سمجھتے ہیں خدا ہو جانا
دل بتوں کے نہیں، پتھر ہیں صنم خانے کے — سخت دشوار ہے نالوں کا رسا[4] ہو جانا
جلوہ گُل ہے تماشائے نظر کے قابل — چاہیئے تجھ کو بھی اب عقدہ کشا[5] ہو جانا
یاس[6] ناکامیٔ فرقت سے کوئی دور نہیں — دل کا شرمندۂ تاثیرِ[7] دُعا ہو جانا
قتلِ عُشاق کی ہوگی نہ تلافی اس سے — تیرے قربان نہ محجوبِ[8] جفا ہو جانا
کثرتِ رنج نہیں رنج بقولِ غالبؔ — ’’درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا‘‘

نا اُمید اتنے وجودیؔ نہ بنو تم ہر گز
کوئی دشوار ہے کیا فضلِ خدا ہو جانا

---

1 درد پر قابو ہونا 2 رونا (ماتم) 3 ارماں (خواہشات) نہ رکھنے کی سرزنش (ڈانٹ ڈپٹ)
4 اثر انداز Effective 5 مسئلہ باقی نہ رہنا 6 مایوسی، ناامیدی 7 احسان مندِ دعا 8 شرمندہ

65

یہ قسمت تھی یہ تھا سرمایۂ سود و زیاں اپنا — حسینوں کی وفا بن کر مٹا نام و نشان اپنا
سمجھ میں آئے گا کس طرح اندازِ بیاں اپنا — فریبِ غیر کا فقرہ ہے اب دردِ زیاں اپنا
دلِ پُر جوشِ وحشت بھی ہے کتنا بدگماں اپنا — کہ سمجھا رازداں اپنا نہیں ہے رازداں اپنا
مقدر اپنا یاور[1] ہے نہ مونس[2] پاسباں اپنا — الٰہی شاد ہو کیوں کر دلِ ناشاد ماں اپنا
جو اپنا دشمن جاں تھا وہ اب ہے رازداں اپنا — بہت نام و نشاں پیدا کریگا آسماں اپنا
نہ کھل جائے کہیں غیروں پر اب رازِ نہاں اپنا — تکلف کر رہا ہے ضبطِ اندوہ[3] و فغاں اپنا
عدو پر مہرباں ہو وہ بتِ نامہرباں اپنا — بہت ناعاقبت اندیش ہے وہم و گماں اپنا
شریکِ حال ہے ہر حال میں اب آسماں اپنا — وہاں گردش ہے اس کو، پھر رہا ہے سر یہاں اپنا
جلے ہیں آتشِ رشک و حسد سے مدعی کیا کیا — اثر دکھلا گئی سر گرمیٔ آہ و فغاں اپنا
سنا کرتے تھے ہم دل کی خبر ہوتی ہے دل کو بھی — کسی کا ہوش بنجا تا ہے کیوں رنگ فغاں اپنا
ہماری خانہ بربادی سے نکلی غیر کی حسرت — چمن میں خار، چشمِ باغباں تھا آشیاں اپنا
نفس کی آمد و شد[4] تازیانہ[5] بن گئی اُس کو — بڑا چالاک نکلا توسنِ[6] عمر رواں اپنا
سنبھل بیٹھو کلیجہ تھام لو ہم آہ کرتے ہیں — رہیگا حشر ڈھا کر آج انداز فغاں اپنا
ہوس ناکی[7] دشمن کا گلہ کرتے ہو کیوں مجھ سے — یہ بدلہ لے رہی ہیں اب مری ناکامیاں اپنا
کھلیگا راز جس دن ہستیٔ موہوم[8] کا اپنے — بہارِ آفرینش[9] ہوگا اندازِ خزاں[10] اپنا
لبِ فریاد چشمِ خونچکاں[11] طرفہ[12] قیامت میں — بُرا ہوگا نہو ہمدرد یارب پاسباں اپنا
نہ آئے وہ تو دل بزمِ خیالِ غیر میں پہونچا — غضب کا نکتہ[13] رس نکلا یہ قلب بدگماں اپنا

---

1 مددگار 2 مہربان و دوست 3 دکھ تکلیف سہنا 4 نفس کا آنا اور شدت اختیار کرنا 5 سرزنش 6 گھوڑا 7 ہوس پرستی 8 خیالی (وجود بالعرض) 9 شاندار تخلیق 10 روشِ عاجز (پستی) 11 خون کے آنسو 12 قیامت کا منظر 13 چالاک (دانشمند)

تصدق اُس کی مرگِ بیکسی پر سیکڑوں جانیں بنائے تو، جسے او ظلم پرور نیم جاں اپنا
خدا رکھے سلامت آپ کی شانِ تغافل کو کہ ہر ایک دشمنِ جاں بن گیا ہے مہرباں اپنا
نگاہِ برق میں گر سرمہ ساں[1] بنکر نہ رہنا تھا بنا حدِ نگاہِ باغباں، کیوں آشیاں اپنا
ہماری ہستیِ موہوم کا منشا یہ ٹھہرا ہے کہ شکلِ نقشِ پا مٹتا رہے نام ونشاں اپنا
خبر دیتا ہے غیروں پر نوازش ہائے پنہاں کی بلا کا پردہ در نکلا ہے وہم و گماں اپنا
یہ عمر اپنی بسر ہو جائیگی صیاد کے گھر میں نہ حسرت آفریں شاخِ گُل ہو یارب آشیاں اپنا
دلِ پرُ آرزو کو وصل میں توڑا ستمگر نے قیامت ہے سرِ منزل لٹا ہے کارواں اپنا
ٹھکانہ کر لے تو اُو ضعفِ دیرینہ خدا حافظ ہوا ہے قابلِ پرواز اب کچھ مرغِ جاں اپنا
ہماری زندگی تھی اختصارِ[2] معنیٔ[3] ہستی بنا نام ونشاں طرفہ[4] نشانِ بے نشاں اپنا
الٰہی کیا کسی نے مہر و الفت ہی نہ کی ہوگی زمانہ ہو رہا ہے کس لئے وقفِ[5] بیاں اپنا

نہ ہو شعر و سخن کو اے وجودیؔ نازکیوں مجھ پر
کہ طرز برترِ مرحوم[6] ہے رنگِ بیاں اپنا

(66)

ہے اثر کون سے میخوار کے آجانے کا آج ہر جام بھی میخانہ ہے میخانے کا
ہوش کعبہ کا رہا اور نہ بت خانے کا جام ساقی نے پلایا مجھے کھو جانے کا
دور عشرت ہو کہ ہنگامۂ اندوہ الم زندگی نام ہے ہر شئے سے گزر جانے کا
واقعہ حشر کا سمجھانا اگر ہے منظور تو سنا دو کوئی ٹکڑا مرے افسانے کا
ذرہ ذرہ ہے مگر ذوقِ نظر کا طالب راز ہستی ہے سلجھنے کا نہ سلجھانے کا

---

[1] کاجل جیسا (جل کر کوئلہ) [2] روح [3] خاکہ (اظہارِ وجودِ حقیقی) [4] انوکھا [5] جاں نثار (Devotee) [6] غالب

جلوۂ طور کا مشہور جو افسانہ ہے — وہ بھی دیوانہ پن اک تھا ترے دیوانے کا
جلوہ گر آٹھ پہر دل میں کوئی رہتا ہے ذوق — آج کل لطف ہے کعبے میں صنم خانے کا
نظارہ نہیں حسرت دیدار غلط — راز سمجھا نہ کسی نے ترے دیوانے کا
اس کے کوچہ میں نہیں کافر و مومن کی جگہ — دخل کیا جلوہ گہ ناز میں بیگانے کا
شمع مقصود ہے کعبہ ہو کہ بت خانہ ہو — کفر و ایماں سے تعلق نہیں پروانے کا
دشتِ غربت کی وہ رونق تھی ہمارے دم سے — اب تو اللہ نگہبان ہے ویرانے کا
ساقیٔ مست نظر کا جو اشارہ ہو جائے — نام لے گا کوئی شیشہ کا نہ پیمانے کا
ایک گوشے میں نظر آتے ہیں کعبے لاکھوں — زاہد آ دیکھ کرشمہ مرے میخانے کا
رات کیا تھی کہ شبِ عید تھی پروانوں کی — صبح تک جلسہ رہا شمع کے افسانے کا

کفر و ایمان سے وجودیؔ کو گزر جانے دو
ہے یہ موقع نہ الجھنے کا نہ الجھانے کا

67

یونہی گردش میں رہے شیشہ و پیمانہ ترا — تو سلامت رہے قائم رہے میخانہ ترا
سیر کی دیر و حرم کی تو فقط تیرے لئے — ورنہ ہر قید سے آزاد ہے دیوانہ ترا
ہوش والوں نے جو یہ بھیڑ لگا رکھی ہے — لڑکھڑاتا ہوا آتا نہ ہو مستانہ ترا
گر میاں ذوقِ محبت کی اُبھر آتی ہیں — دل میں اک آگ لگا دیتا ہے افسانہ ترا
اُس کو دیوانہ جو کہتے ہیں وہ دیوانے ہیں — لاکھ فرزانوں کا فرزانہ ہے دیوانہ ترا
ساکنِ کعبہ ہو یا ساکنِ بت خانہ ہو — سب یگانے ہیں ترے کون ہے بیگانہ ترا
مجھ کو معلوم نہیں ہے تری قیمت لیکن — اتنا واقف ہوں مری جان ہے بیعانہ ترا

اور دیوانہ بنادے ترے دیوانوں کی خیر
گرچہ مشہور وجودیؔ بھی ہے دیوانہ ترا

68

مرمٹا مجنوں مگر لیلیٰ کو لیلیٰ کردیا
عشقِ فتنہ ساز کے منشاء کو پورا کر دیا

تو کسی کے ہوش کھو کر کیا تماشا دیکھتا
تیرے دیوانوں نے تیرا ہی تماشا کردیا

ہم کو اپنے اُس دلِ بے مدعا پر ناز تھا
تیری آنکھوں نے جسے صَرفِ[1] تمنا کردیا

ضبطِ[2] اندوہ[3] و الم[4] آخر فنا ہوکر رہا
دردِ دل نے ایک اک آنسو کو دریا کردیا

کیا بتاؤں زندگی بارِ گراں تھی کس قدر
ذوقِ اندوہ و الم نے بوجھ ہلکا کردیا

آہ وزاری ابتداءِ عشق میں تھی لیکن اب
صدمۂ پیہم[5] نے پتھر کا کلیجہ کردیا

کس کی شانِ بندگی میں تھا خدائی کا اثر
کعبہ جیسے بتکدے کو گھر خدا کا کر دیا

میری رسوائی میرے ضبطِ الم کا ہے سبب
تیرا چُھپ جانا ہی تجھ کو آشکارا کردیا

اب تو ہر مجلس میں خلوت کے مزے آنے لگے
تیرے جلوؤں نے مجھے تیرا شناسا کر دیا

اے وجودیؔ شمس دیں پر جان صدقے کیوں نہو
جس نے شمعِ طور کا دل میں اجالا کردیا

69

اپنے ہی دائرے میں حقیقت کے راز کا
شاہد ہے ذرہ ذرہ جہانِ مجاز کا

اب میں ہوں اور لطف غمِ جانگداز[6] کا
احسان مجھ پہ ہے میری عمر دراز کا

چپ چاپ دیکھ جاؤ کرشمے ظہور کے
ورنہ فریب ہے نظر ہی اِمتیاز کا

مطلوبِ ناز ہو کہ مرادِ نیاز ہو
نغمہ ہے ایک سازِ دلِ نغمہ ساز کا

کعبہ سے کام ہے نہ غرض بت کدے سے ہے
مقصود اور کچھ ہے جبینِ نیاز کا

---

[1] مزید تمنا سے خالی [2] برداشت [3] غم [4] تکلیف (درد) [5] ایک کے بعد دیگر (متواتر صدمے) [6] ڈھلتی ہوئی زندگی

عقل و خرد نے شور مچایا نہ پھر کبھی　　احسان ہے تری نظرِ نیم[1] باز کا

کعبہ ہو دیر ہو کہ وجودیؔ کچھ اور ہو
جلوہ کہاں نہیں ہے مرے دل نواز کا

70

آج تک کارگہ دہر[2] میں کیا کیا نہ ہوا　　آپ کا وعدہ فردا[3] مگر ایفا[4] نہ ہوا
للہ الحمد ہوئی ذوقِ الم کی تکمیل　　بہت اچھا ہوا بیمار جو اچھا نہ ہو
قیس کی شکل میں لیلیٰ کا تھا جلوہ مضمر[5]　　لیکن افسوس کوئی دیکھنے والا نہ ہوا
کھول کر زہر کو شربت کی طرح پی جاتا　　مبتلا دردِ محبت میں مسیحا نہ ہوا
ایسے ناداں کو حقیقت کی خبر کیا ہوتی　　جو کسی وقت لب آلودۂ صہبا نہ ہوا
بہ تکلف ہی سہی ضبطِ الم ہے آخر　　گھٹ کے قطرہ جو ہوا بڑھ کے وہ دریا نہ ہوا
سنتے ہیں طور پہ بیہوش ہوئے تھے موسیٰؑ　　لیکن اب تک تو ہمیں سابقہ ایسا نہ ہوا
کسی مے نوش کے توبہ کا ہے ماتم ورنہ　　آج کیوں سلسلۂ ساغر و مینا نہ ہوا
آپ اپنے سے جو غافل رہے اچھا نہ ہوا　　حسن پردے میں رہا عشق کا چرچا نہ ہوا
عمر بھر صحبتِ رنداں میں رہا شیخ مگر　　شومیٔ بخت کہ دلدادۂ صہبا[6] نہ ہوا
نا اُمیدی سے تعلق تو نہیں ہے دل کو　　لیکن ارمان ہمارا کوئی پُورا نہ ہوا
بحث پر بحث کیا اور بہت سمجھایا　　دیر کو چھوڑ کے دل مائلِ کعبہ نہ ہوا
اعتبارِ کرمِ نامتناہی مت پوچھ　　کہ گناہگار کو اندیشۂ فردا نہ ہوا

گرچہ تدبیر وجودیؔ نے بہت کی لیکن
دل پہ قابو نہ ہوا موت پہ قبضہ نہ ہوا

---

[1] مست نظر　[2] زمانہ　[3] جھوٹا　[4] پورا (سچا)　[5] چھپا ہوا　[6] مستی (شراب)

71

کوئی ویرانہ جب آباد کرنا مری بربادیوں کو یاد کرنا

اسیر[1] و نوگرفتارِ قفس[2] ہوں سکھا دو نالہ[3] و فریاد[4] کرنا

زمانہ دل سے جذبہ[5] کھو چکا ہے نئی دنیا کوئی آباد کرنا

بہت اُجڑا ہوا ہے گھر ہمارا تمہارے ہاتھ ہے آباد کرنا

اُسے چھوڑوں جو میری زندگی ہے کسی ناداں کو یہ اِرشاد کرنا

فلک دُشمن زمانہ مدعی ہے مرے مولا مری امداد کرنا

وجودیؔ بیٹھ کر صحنِ چمن میں
بیاں میخانے کی رُوداد کرنا

72

ہر ذرّہ کائنات کا آنکھوں پہ بار تھا ایسا کچھ انتظار شبِ انتظار تھا

جلوؤں نے اعتماد کے قابل بنادیا ورنہ نگاہِ شوق پہ کب اعتبار تھا

کس کا تھا اِذنِ[6] عام بنوش[7] و بنوش کا کیوں میکدے میں شور بیار و بیار[8] تھا

چند بادہ نوش[9] کہ تھے جن کے قدوم سے دلہن بنا ہوا چمنِ روزگار[10] تھا

حسرت نوازیوں پہ دلِ بے قرار کے ہر ذرّہ کائنات کا سینہ فگار تھا

تعلیم دی گئی دل نکتہ نواز کو
ایما نگاہِ ناز سے کچھ بار بار تھا

---

[1] قیدی [2] قیدخانہ (قفس) [3] رونا [4] التجاء (دعا) [5] احساس (محبت) [6] اجازت (اعلان)
[7] پیو اور خوب پیو [8] اور لا اور لا [9] شرابی (اہلِ محبت) [10] گہوارۂ دنیا

73

دو روزہ زیست[1] غمِ جاں گداز کیا نہ ملا مگر تلاش تھی جس کی وہ مدعا نہ ملا
حرم سے دیر سے نکلے ہیں آبرو کھو کر کہیں سوا درِ ساقی کے آسرا نہ ملا
بہت ہی زور لگایا تھا عقل و دانش نے مگر نصیب سے بڑھ کر ہمیں ذرا نہ ملا
ہزار بار گیا کعبہ کو مگر زاہد تجھے صنم کدۂ دل کا راستہ نہ ملا
کہاں کہاں نہ گیا، کی نہ جستجو کیا کیا مگر مجھے تو خود اپنا کوئی پتہ نہ ملا
قضا و قدر کا دنیا میں نام ہو جاتا جو مٹ گیا سرِ منزل وہ قافلہ نہ ملا

ہوئے نہ قتل وجودیؔ چڑھے نہ سولی پر
نیازِ عشق کا ہم کو معاوضہ نہ ملا

74

دل کے اندر لامکاں کا در کھلا آج رازِ شیشہ و ساغر کھلا
پھر ہوا تحریر نامہ کا خیال پھر ہجومِ شوق کا دفتر کھلا
دیکھ کر مجھ کو وہ شرماتا ہے کیوں اس پہ میرا رازِ دل کیوں کر کھلا
کوشش و تدبیر کو رسوا نہ کر راز گر تقدیر کا تجھ پر کھلا

کیوں نہ ہوں توبہ کے ٹکڑے منتشر
اے وجودیؔ میکدے کا در کھلا

---

[1] زندگی

76

عشق نے اک حشر بپا کر دیا — مجھ کو گرفتار بلا کر دیا
وصل کا ارماں نہ غمِ ہجر ہے — موت نے ہر دکھ سے رہا کر دیا
طرزِ وفا اُس نے سکھا کر مجھے — آئینۂ دل میں جلا[1] کر دیا
حال وجودیؔ کا سنبھل جائیگا
تو نے اگر رحم ذرا کر دیا

76

جو چاہیں شوق سے کیجئے خوشی میری نہ غم میرا — رضا پیشہ ہوں رہتا ہے سرِ تسلیم خم میرا
مرا احوال پوشیدہ نہیں ہے آپ سے لیکن — تمنا ہے نہ کھلنے پائے غیروں پر بھرم میرا
حریصِ لذّتِ غم ہوں مجھے فُرصت نہیں غم سے — کہ گھٹتی ہے فغاں[2] میری تو بڑھتا ہے الم[3] میرا
مری ہستی کے پردے میں ہے وہ محوِ خود آرائی — اسے جلوہ گرِ محفل بنادے گا عدم میرا
کشاکش یا خدا آخر اُمید و بیم[4] کب تک — کہیں گھٹ گھٹ کے سینہ سے نکل جائے نہ دم میرا
مری بے مائیگی[5] کا حال روشن ہو گیا سب پر — چراغِ خانۂ مفلس بنا داغِ دِرم میرا
محبت نے بنایا مالکِ دشتِ جنوں ایسا — کہ مجنوں ڈھونڈتا پھرتا ہے اب نقشِ قدم میرا
بہت کچھ سر کو پٹکا گردشِ چرخِ جفا جُو نے — مگر شکرِ خدا، اُونچا رہا دستِ کرم میرا
گرہ قسمت کی کھلتی ناخنِ تدبیر سے کیونکر — بھلا آسان ہوتا ہے کہیں کارِ اہم میرا
اُمیدِ وصل و یاسِ ہجر سے حالت یہ پہنچی ہے — کبھی آنکھوں میں جاں میری کبھی ہونٹوں پہ دم میرا
مری ہستی کسی پردہ نشیں کا ایک پردہ ہے — کہ اٹھ جائے اگر پردہ تو کھل جائے بھرم میرا
جو ہستی ہے حقیقت میں وجودیؔ میری ہستی ہے
مجازی ہے فنا میری اضافی ہے عدم میرا

---

1. اجالا (تجلی) 2. فریاد (چیخ و پکار) 3. درد و غم 4. خوف 5. بے سرو سامانی

77

اور ارمان بڑھے ایک جو ارماں نکلا ۔۔۔ دل ہی کمبخت میری جان کا خواہاں نکلا
میں تری بزم سے یوں چاک گریباں نکلا ۔۔۔ جو مرے سامنے نکلا وہ پریشاں نکلا
دلِ آرام طلب یوں بھی پریشاں نکلا ۔۔۔ سروساماں کے لئے بے سرو ساماں نکلا
منتِ غیر سے اللہ نے بچایا مجھ کو ۔۔۔ درد میرا ہی میرے درد کا درماں نکلا
ہائے سودائے سرِزلفِ بتاں کی وحشت ۔۔۔ دل بھی سینہ سے جو نکلا تو پریشاں نکلا
کوئی پردہ نہ ہواس پردہ دری میں پنہاں ۔۔۔ اُن کے کوچے سے عدو چاک گریباں نکلا
رخصتِ عرض تمنا نے کیا وہ بے تاب ۔۔۔ حرفِ مطلب بھی مرے منہ سے پریشاں نکلا
دین کی حرص نہ دنیا کی ہوس تھی کوئی ۔۔۔ دل کو چیرا تو وہی اک غمِ جاناں نکلا
ڈالدی پاؤں میں اک موجِ صبا[1] نے زنجیر ۔۔۔ نکہتِ گل[2] کی طرح میں جو پریشاں نکلا
دونوں عالم میں تھا جو پردہ نشیں کا چرچا ۔۔۔ سامنے چشم بصیرت کے وہ عریاں[3] نکلا
گردِ غم شورشِ[4] فریاد غبارِ کلفت[5] ۔۔۔ جو مرے سینہ سے نکلا سو پریشاں نکلا

اہلِ محفل کو ہوا حضرت برتر[6] کا گماں
رنگ میں اپنے وجودیؔ جو غزل خواں نکلا

78

مجبور ہوں قادر ہوں کہ منشا ہوں کسی کا ۔۔۔ اک مشغلۂ ذوقِ تماشا ہوں کسی کا
آزاد ہوں میں کشمکشِ دیر و حرم سے ۔۔۔ میں آپ خود اپنے ہی میں جلوہ ہوں کسی کا
مجھ کو میرے وہموں نے پریشان کیا تھا ۔۔۔ اب کھل گیا یہ بھید سراپا[7] ہوں کسی کا

---

1 صبح کی ٹھنڈی ہوا 2 خوشبو 3 بے پردہ 4 اضطراب، بے چینی 5 پریشانی 6 غالبؔ 7 ہو بہو Exactly

مٹ مٹ کے نمائش میری ہوتی ہے نمایاں عالَم میں مگر نقشِ کفِ پا ہوں کسی کا

ظاہر میں نمایاں ہے نمائش مری لیکن
میں بندشِ الفاظ میں معنیٰ ہوں کسی کا

79

مزہ محشر میں آئے میکشوں کی پارسائی کا
کھلے زاہد اگر دفتر ترے زہدِ ریائی[1] کا

رقیبوں[2] سے مجھے کرتے ہو مستثنیٰ یہ کیا معنے
اگر انکار کو سمجھے ہو دعویٰ پارسائی کا

فلک دشمن زمانہ مدعی احباب برگشتہ[3]
مرے مولا یہی تو وقت ہے مشکل کشائی کا

سوالِ وصل پر انکار ہم سے کر نہیں سکتے
یہ نکلا ہے نتیجہ بڑھتے بڑھتے آشنائی کا

یہ کس زہرہ جبیں کے حسن کی خیرات بٹتی ہے
یہ کیوں ہے پنجۂ خورشید میں کاسہ گدائی کا

عدو کے مرگ[4] پر تم کیوں کفِ افسوس ملتے ہو
کہ پہلے ہی سے ہلکا رنگ ہے دستِ حنائی[5] کا

محبت دیکھ لی قدرِ وفا بھی دیکھ لی ہم نے
نہیں ہے حوصلہ[6] اب دل کو قسمت آزمائی کا

پسِ مُردن[7] نہ ہوگی خواہشِ بیجا یہ سمجھا تھا
یہاں غم زندگی سے بڑھ گیا تیری جدائی کا

تری تقدیر ہی میں اے سکندر تشنہ کامی[8] تھی
خطا کیا خضرؑ کی شکوہ عبث ہے رہنمائی کا

وجودیؔ حضرت انساں بھی، ہیں فرعونِ بے ساماں
ذرا بہکے کہ پیدا ہو گیا دعویٰ خدائی کا

---

1. دکھاوے 2. مخالفین 3. منحرف (باغی) 4. موت 5. مہندی کے ہاتھوں 6. ہمت 7. بعد مرنے کے 8. پیاسے رہنا

80

ہوں وہ سودائی فریبِ نرگسِ مخمور کا
ڈھونڈ ھتا ہوں زخم کے دامن میں پھل انگور کا

پھر بھڑک اٹھنے کو ہے شعلہ رخِ پُر نور کا
دیکھئے کیا حشر ہوتا ہے چراغِ طور کا

چیرہ دستی[1] وصل میں اپنے دلِ مہجور[2] کی
قہر[3] ہے مختار ہوجانا کسی مجبور کا

اس ستمگر نے علاجِ زخمِ دل اچھا کیا
بھر دیا شورِ تبسم[4] سے دہنِ ناسور[5] کا

آئینہ میں خود نمائی، اُن کو خود بینی کا شوق
کس طرح جھگڑا چکے پھر ناظر و منظور کا

دیکھنا کس شان سے ٹوٹا ہے بندِ[6] بندگی
لے لیا بوسہ انا الحق نے لبِ منصور کا

اے مُصوِّر یوں شبیہ[7] یار کا نقشہ کھینچ
آنکھ آہو[8] کی، ادا پریوں کی، چہرہ حور کا

لے چلا ہوں دل میں الفت اس رخِ روشن کی میں
تیرگی مرقد[9] کی بن جائے گی تڑکا[10] نور کا

آئے ہیں بہرِ وفائے عہد وہ وعدہ کی شب
حشر کیا ہوتا ہے دیکھیں خاطرِ[11] مسرور کا

لے رہے ہیں بَل کی زُلفیں اُس رُخِ پُر نور پر
یا دھواں یہ پیچ کھاتا ہے چراغِ طور کا

کیوں نہ ہوگا درد کا پہلو مرے ہر شعر میں
اے وجودیؔ میں مقلد[12] ہوں دلِ رنجور[13] کا

81

آپ کے وعدے کی شب تھی دل میں پیچ و تاب[14] تھا
اضطراب[15] ایسا کہ میں اک ماہیٔ بیتاب[16] تھا

یوں کہاں سے آگئی تاثیر اب فریاد میں
میرے نالوں میں ہمیشہ سے اثر نایاب[17] تھا

اب تو میں ہوں اور عدو[18] کا خندۂ دندان[19] نما
ایک دن تھا گرد میرے حلقۂ احباب تھا

آپ جب مہمان تھے کیا پوچھتے ہو گھر کا حال
ذرّہ ذرّہ روکشِ[20] خورشیدِ عالم تاب تھا

میں کروں اس کے ستم[21] کی اب شکایت کس لئے
میرے اندازِ وفا سے کب وہ لذّت یاب[22] تھا

---

۱ زیادتی ۲ داغ جدائی والا دل ۳ غضب ۴ نہایت مسرت ۵ درد زدہ (دل) ۶ قید ۷ تصویر ۸ ہرن (غزال) ۹ قبر کی تاریکی ۱۰ دن کا اجالا ۱۱ دل ۱۲ پیرو (Follow) ۱۳ درد بھرے ۱۴ بے سکونی ۱۵ بے صبرہ پن ۱۶ تڑپتی مچھلی ۱۷ کبھی کبھی ۱۸ دشمن ۱۹ ہنستے دانت ۲۰ مقابل ۲۱ جفا ۲۲ خوش ہونا۔

82

بہارِ حسن بن کر عشق کی بنیاد ہو جانا　　کمالِ ناز میں آکر ستم ایجاد ہوجانا
کسی سے دل لگا کر موردِ بیداد ہوجانا　　مبارک ہو کبھی مجنوں کبھی فرہاد ہوجانا
بڑی تقدیر والوں کے نصیبوں کی یہ باتیں ہیں　　محبت میں خراب و خستہ و برباد ہوجانا
برسنا آنکھ سے پانی بھڑکنا آگ کا دل میں　　قیامت ہے کسی کا جامع الاضداد[1] ہوجانا
وجودیؔ گر نہیں ہوتی بسر اپنی تو کیا پروا
دکن کو چھوڑ کر بغداد میں آباد ہوجانا

83

آپ اپنا تو جواب اَے لاجواب　　آفتاب آمد دلیل آفتاب
اب زمانے میں بھلا رکھا ہے کیا　　کر لیا ہے میں نے تم کو انتخاب
تیری چشمِ مست کا احسان ہے　　رات دن رہتا ہوں مستِ بے شراب
سارے عالم میں تجھی کو دیکھنا　　ہے یہی میرے لئے راہ ثواب
زندگی اور اعتبارِ زندگی　　بلبلہ اُبھرا ہوا بالائے آب
اے وجودیؔ دل سے ہوں اُنکا غلام
رحمتِ عالم ہوا جن کو خطاب

---

[1] ضدّ کی جمع، ضدّین

84

ہائے ترا اے دلِ شیدا نصیب ہو نہ دشمن کو نصیب ایسا نصیب

اک عدو ہے اور ہے اُس کا نصیب ایک میں ہوں اور ہے میرا نصیب

کچھ خبر ہے اِس کی بھی لیلیٰ تجھے قیس ہے آوارہ و صحرا نصیب

رنج و غم درد و الم آہ و فغاں آپ کی الفت میں ہے کیا کیا نصیب

وہ ستم گر اور میرا آشنا اور پھر میرا نصیب ایسا نصیب

مہرباں ہوکر چلا آئے ہیں وہ

اے وجودیؔ آج تو جاگا نصیب

85

ہے آسماں زمیں تو زمیں آسماں ہے اب آسودگی[1] نصیب کسی کو کہاں ہے اب

ناساز بخت[2] لغزشِ تدبیر[3] ہے سوا نیرُوئے[4] دیدذوقِ[5] تماشا کہاں ہے اب

بے مائیگی[6] لذّتِ دیدار کیا کہوں ورنہ کمالِ دیدۂ بینا کہاں ہے اب

مشقِ[7] خیالِ وصل[8] ہے، گم کردہ حوصلہ[9] سرمایۂ جنون[10] میں طاقت کہاں ہے اب

مستی و میخوری یہی مقصودِ زندگی دیر و حرم کا شوق تو آزار[11] جاں ہے اب

طرزِ وفا سے اہلِ جہاں، دیکھتا ہوں میں الفاظِ مہر و عشق میں معنےٰ کہاں ہے اب

پہلو تہی[12] نشترِ غم نے غضب کیا یعنے رقیب بھی مرا ہم داستاں ہے اب

اظہارِ عشق جھوٹ، بیانِ وفا غلط ورنہ یہ کس لئے غمِ سود و زیاں[13] ہے اب

ساقی کی چشمِ مست نے مد ہوش کر دیا وہ ذوق و شوقِ ساغر و مینا کہاں ہے اب

---

[1] سکون وخوشحالی [2] بدنصیب [3] خطاء [4] زبردست دید (دیدِ الٰہی) [5] شوق ومشاہدہ [6] پستی (غفلت) [7] عادت
[8] فنائے ذات (اللہ کے خیال میں کھوجانا) [9] تمنا (اولوالعظمی) [10] جوش (Zeal) [11] تکلیف دہ (Annoying)
[12] اجتناب (بچنا) [13] نفع ونقصان

ارماں و آرزو کے جنازے نکل چکے
انگارسی[1] دبی ہوئی دل میں نہاں ہے اب

کوچہ میں آپ کے ہے نیا حشر ہر گھڑی
پہلے تو یہ زمیں تھی مگر آسماں ہے اب

مے خانہ مل گیا جو کسی جا تو رہ پڑے
خانہ خراب ہم ہیں ٹھکانہ کہاں ہے اب

عمرت دراز باد[2] کہ اے برق خانہ[3] سوز
ہر ایک شاخِ گل[4] پہ مرا آشیاں ہے اب

حسرت ہے آرزو ہے تمنا ہے یاس[5] ہے
خانہ خراب[6] دل تو نہیں گلستاں ہے اب

اے برقِ حسن[7] یار پھر اک بار جل اٹھوں
یہ ایک آرزوئے دلِ ناتواں[8] ہے اب

ہوش و حواس کھودیا تاثیر عشق نے
عقل و خرد[9] پہ عقل و خرد[10] کا گماں ہے اب

بیکس کا دورِ آہ[11] کہاں تک پہنچ گیا
لے دیکھ آسماں پہ نیا آسماں ہے اب

دیر و حرم میں ڈھونڈ چکے بار بار ہم
ملتا نہیں پتہ کہ وجودیؔ کہاں ہے اب

86

☆ رہے بس ذاتِ یار سے مطلب
عینیت غیریت سے کیا مطلب

آہِ شرمندۂ اثر مت کھینچ
نالۂ نارسا[12] سے کیا مطلب

شوق جب دل کو گدگداتا[13] ہے
رہبر و رہنما سے کیا مطلب

ہر تعین سے عشق ہے آزاد
رند یا پارسا سے کیا مطلب

سوکھنے کے لئے جو اُگتا ہے
اُس کو نشو و نما سے کیا مطلب

کام اپنا ہے تجھ پہ مٹ جانا
بادشا و گدا سے کیا مطلب

جس کے مشکل کشا ہو تم تو اُسے
کسی حاجت روا سے کیا مطلب

عمر جس کی ہوس میں کٹتی ہے
اُس کو ذوقِ وفا سے کیا مطلب

اے وجودیؔ فدائے غالبؔ ہوں
مومنؔ خوش نوا سے کیا مطلب

---

1 نفرت، حسد 2 سلامت رہ 3 آشیاں جلادینے والی بجلی (تجلی الٰہی جو خودی کو فنا کردے) 4 جہاں میں ٹھہر جاؤں (صحبت صالح) 5 ناامیدی
6 تباہ (نفسِ امارہ) 7 تجلی دیدارِ الٰہی 8 ضعیف عاجز 9 ہوش و حواس مجازی 10 ہوش و حواس حقیقی 11 آہ کا اثر (دھواں)
12 بے اثر 13 اُکساتا ☆ مطلع اک جرءت ہے ناچیز کی طرف سے اللہ معاف فرمائے۔ (آمین)

87

ذرّہ ذرّہ ہے جہاں کا مشرفِ انوارِ دوست[1] — تو ہے کس کی جستجو میں طالبِ دیدارِ دوست

کیوں نہ اپنی زندگی کے واسطے مر جاوں میں — میری رگ رگ میں بھری ہے لذّتِ آزارِ دوست

ایک ایک گل پر فدا ہوتے ہیں لاکھوں جنّتیں — کس قدر سرسبز ہے شاداب ہے گلزارِ دوست

میکدے میں دیر میں کعبہ میں برسوں رہ چکا — راس گر آیا تو آیا سایہ دیوار[2] دوست

جلوہ گا ہے طور کے شعلے بھڑکتے رہتے ہیں
اے وجودیؔ میرا دل ہے مظہرِ انوار دوست

88

ذرّہ ذرّہ مجھ کو لے جاتا ہے یاربّ سوئے دوست[3] — یہ جہاں سارا نظر آتا ہے مجھ کو کوئے دوست

رات دن میں دیکھتا ہوں کیسے کیسے خوش جمال — پر کروں کیا دل کو بھاتا ہے وہی اک روئے دوست

پھر نشاطِ زندگی میں اک بہار آجائے گی — میرے شانوں پر بکھر جائیں اگر گیسوئے دوست

جلوہ آراء پتہ پتہ میں جمال یار ہے — سوبسو[4] مہکی ہوئی ہر گل سے ہے خوشبوئے دوست

جس کی ہے تقدیر میں پیمائشِ[5] دیر و حرم
اے وجودیؔ وہ نہ ہرگز دیکھ سکتا روئے دوست

89

ساری دنیا ہے عبث[6] اس کا تماشا ہے عبث[7] — جس نے تجھ کو ہی نہ دیکھا اس نے دیکھا ہے عبث

عشق کی قربانیوں سے بڑھ گئی شانِ جمال — حسن پر نازو ادا والوں کو دعوی ہے عبث

زندگی کا نغمۂ شیریں سراسر ہے فریب — تلخیاں[8] جب پاؤ گے سمجھو گے جینا ہے عبث

---

[1] محبوبِ خدا [2] حبِ محبوبِ خدا (مرتبہ وحدت) [3] محبوبِ خدا [4] ہر طرف [5] ظاہری لگاؤ [6] ، [7] لاحاصل [8] سختیاں

اس ستم پرور جفا پیشہ سے امیدِ وفا — ایسا ارماں ہے عبث ایسی تمنا ہے عبث

وہ قیامت تک نہ بھیجیں ہیں نہ بھیجیں گے جواب
اے وجودیؔ آپ نے خط اُن کو لکھا ہے عبث

90

آہوں کی ہے تاثیر کہ نالوں کا اثر آج — یا بھول کے رستہ وہ چلے آئے اِدھر آج
کیا جانے کیا کس نے گزر کعبۂ دل میں — رگ رگ میں نمایاں ہے رگ جاں کا اثر آج
بے جام و سبو خود جو نہ کھو جاؤں تو کہنا — کچھ اور نظر آتی ہے ساقی کی نظر آج
اے ساقیٔ کوثرؐ کے پرستار پیئے جا — کل کے لئے بیہودہ غم و رنج نہ کر آج
وعدے کو وفا کر کے غضب کر دیا اُس نے — ملتی نہیں ہم کو بھی کوئی اپنی خبر آج
ساقی کی نگاہِ غلط انداز سے مے کش — ہیں بے خبر ایسے کہ نہیں اپنی خبر آج
روتے ہیں وہ سُن کر خبر مرگِ عدو کو — اے ہجر کے مارے تجھے مرنا ہو تو مر آج
کیا رات ہے یہ مجھ سے ہم آغوش ہے کوئی — صدقہ تری رحمت کا خدا ہو نہ سحر آج
مشتاق سبھی جمع ہیں دیدار کا دن ہے — کھودے نہ کہیں مجھ کو مرا ذوق نظر آج
پردے سے نکل آئیں وہ مجبور سے ہو کر — کچھ کر گزر اے دیدۂ اغیار نِگر آج

رندوں نے وجودیؔ کو جو دیکھا تو پکارا
مسجد نہیں میخانہ ہے یہ آپ کدھر آج

91

تارِ حیات ٹوٹے کچھ ایسا اثر ہے آج
قلب و جگر میں درد برنگِ دگر ہے آج

غربت کی رات ختم ہوئی گر تو کیا ہوا
کہتے ہیں صبحِ حشر جسے وہ سحر ہے آج

کس کا ہے دور کس کے قدم کی ہیں نکبتیں[1]
کیوں اس قدر ذلیل ہر اہل ہنر ہے آج

کعبہ سے سوئے بت کدہ جاتے ہو کس لئے
کچھ خیر ہے خیالِ وجودیؔ کدھر ہے آج

92

اُن کو میں سمجھاؤں اندازِ محبت کس طرح
راہ پر آجائے گی اُن کی طبیعت کس طرح

ہے وداعِ عہدِ طفلی آمدِ عہدِ شباب
ہو رہا ہے کیا سے کیا وہ بے مروّت کس طرح

فصلِ گل آنے تو دو کوئی گھٹا چھانے تو دو
ٹکڑے کر ڈالیں گے توبہ کے نہ حضرت کس طرح

جس کو اربابِ وفا کی دشمنی پر ناز ہو
ایسے ظالم سے کرے کوئی محبت کس طرح

ایک اک ساعت کا کٹنا کم قیامت سے نہیں
یا الٰہی صبح ہوگی شامِ فرقت کس طرح

آرہے ہیں وہ کوئی تازہ ستم سوچے ہوئے
ان کی آنکھوں سے ٹپکتی ہے شرارت کس طرح

اے وجودیؔ اب نہیں فکرِ سخن یہ فکر ہے
دور ہوگی قوم سے میرے جہالت کس طرح

---

[1] بدنصیبیاں

93

بانی جور و جفا ہے وہ شوخ[1] دشمن مہر و وفا ہے وہ شوخ
میری رگ رگ میں سمایا ہے کوئی مہرباں جب سے ہوا ہے وہ شوخ
میں کہوں اُس کو خدا کس منہ سے لیکن اک شان خدا ہے شوخ
اک جہاں جس کیلئے سر گرداں مجھ کو قسمت سے ملا ہے وہ شوخ
کھِل گئیں مجھ پہ وفا کی راہیں رہبرو راہ نما ہے وہ شوخ
آہ و فریاد و فغاں کا ہے اثر اور تاثیر دعا ہے وہ شوخ
اے وجودیؔ نہ کر احساسِ الم
شائقِ جور[2] جفا[3] ہے وہ شوخ

94

کون ٹھہرے گا سر راہِ رضا میرے بعد کون ہوگا ہدفِ[4] تیرِ بلا میرے بعد
کس کی مشتاق نگاہوں نے یہ رخنہ ڈالا بند کیوں روزنِ دیوار کیا میرے بعد
دم قدم سے تھا مرے مہر و محبت کا نمود فتنے اٹھے نہ ہوا حشر بپا میرے بعد
ہائے خود غرضیٔ ارباب ہوس کیا کہئے حسن والوں کا عجب حال ہوا میرے بعد
گفتگو سے نہ بڑا ولولۂ شوقِ عمل اک فسانہ سا رہا ذوقِ وفا میرے بعد
کھا گئی کس کی نظر کیا ہوئی آخر اے دوست گلشنِ مہر و محبت کی فضا میرے بعد
فتنۂ حسن وجودیؔ نہ اٹھا عالم میں
عشق کا نام کوئی پھر نہ لیا میرے بعد

---

[1] لاابالی (بےپرواہ) (Independent) [2] ستم [3] زیادتی [4] نشانہ

95

چھپو ہم سے نہ تم صورت دکھا کر
نہ تڑپاؤ ہمیں شیدا بنا کر

ہمیں اپنا شناسائی بنا کر
چھپو گے کون سے پردے میں جا کر

غریب و بیکس و نا آشنا ہیں
بھلا کیا پاؤ گے ہم کو ستا کر

وفورِ شوق نے موقع جو پایا
نگاہیں رہ گئیں پردے میں جا کر

کہیں شادی کہیں شیون ہے برپا
یہی دیکھا ہے بس دنیا میں آ کر

غمِ دنیا نہ خوفِ آخرت ہے
ہوئے بے فکر میخانے میں آ کر

قسم ہے ساغر و مینا کی مجھ کو
تجھے چھوڑوں گا مستانہ بنا کر

وجودیؔ کیا خبر تھی اس کی ہم کو
مصیبت سر پہ لی ہے دل لگا کر

96

ہر ایک نشاں سے بھی ملا، اُن کا نشاں اور
پنہاں ہیں عیاں اور، تو ظاہر ہیں نہاں اور

آنکھوں سے جدا، دل سے الگ اُن کا نشاں اور
اک ایک مکاں سے ہے سوا اُن کا مکاں اور

میرے لئے کعبہ یہی، بت خانہ یہی ہے
دروازہ ترا چھوڑ کے جاؤں میں کہاں اور

باقی ہے جگہ کوئی نہ دل میں نہ جگر میں
اے پیرِ فلک[1] اب تو نہ دے، داغِ نہاں اور

دیکھا ہے شکستہ[2] جو مرے دستِ طلب کو
افسوس کہ احباب کو، ہوتا ہے گماں اور

دونوں دل و جاں اپنے فنا کر دیا تم پر
اب تم ہی کہو لاؤں کہاں، سے دل و جاں اور

میں حضرتِ غالبؔ کا مقلد ہوں وجودیؔ
سارے شعراء سے ہے مرا طرزِ بیاں اور

---

[1] خدا [2] نامراد

97

شور فغاں کچھ اور ہے آہِ رسا کچھ اور — آوازِ لب کچھ اور ہے دل کی صدا کچھ اور

جاہل سمجھ رہا ہے تمہیں جا بجا کچھ اور — کونین میں نہیں ہے تمہارے سوا کچھ اور

مرگ و حیات پردۂ اسرار غیب ہے — مشہود ہے فنا و بقا کے سوا کچھ اور

مشکل ہے امتیاز فراق و وصال میں — دشوار ہے حصول[1] تمہارے سوا کچھ اور

آنکھوں میں دل میں جان میں کعبہ میں دیر میں — ظاہر ہوئے حضور مگر جا بجا کچھ اور

دانہ تو ایک تھا گل و برگ و ثمر نہ تھے — جب صورتِ درخت میں آیا بنا کچھ اور

دھوکا تشخصات[2] پہ ہوتا ہے ذات کے — لیکن وجود میں نہیں انت انا[3] کچھ اور

اک ذات بے نیاز ہے یہ انقلاب[4] ہے — جلوہ دکھا رہی ہے وہی جا بجا کچھ اور

مجھ سے عدو کریں گے نہ ہرگز برا بری — شانِ ہوس[5] کچھ اور ہے شانِ ولی[6] کچھ اور

اس وہم و وسوسے نے کیا دور یار سے — مقصد ہمارا ہم سے نہیں ہے جدا کچھ اور

اس عمر مستعار[7] کی ہم کو خبر نہ تھی — سمجھے ہوئے کچھ اور تھے لیکن ہوا کچھ اور

جو کچھ کہ شمس دیں نے بتایا ہے رازِ حق — آتا نہیں سمجھ میں اب اس کے سوا کچھ اور

کونین میں تلاش کی ہم نے تمام عمر
اپنے سوا نہ ہم کو وجودیؔ ملا کچھ اور

---

[1] پانا [2] تعینات، ممکنات (مخلوق) [3] میں اور تو [4] دائرۂ وجود [5] مادیت [6] ولایت [7] اُدھار (Borrowed)

98

شاد میں ہوتا ہوں اتنا کوئے جاناں دیکھکر
خوش ہو جتنا کعبہ کو کوئی مسلماں دیکھکر

رہ گیا دستِ جنوں میرا گریباں دیکھکر
صبح غربت کٹ گئی شامِ غریباں دیکھکر

کفر کہتے ہیں کسے ایماں کس کا نام ہے
بھول بیٹھا ہوں سبھی تجھ کو میری جاں دیکھکر

چار دن کی زندگی میں سو برس کا اہتمام
موت ہنستی ہے مری ہستی کا ساماں دیکھکر

منحصر میری خوشی پر تھی خوشی احباب کی
سب پریشاں ہوگئے مجھ کو پریشاں دیکھکر

خار ہیں زاغ[1] و زغن[2] ہیں بلبل و گل کے عوض
ہوش میرے اڑ گئے رنگِ گلستاں دیکھکر

آپ سے رشتہ جڑا ہے جب سے اے بندہ نواز
ہنستے ہیں کیا کیا مجھے گبر و[3] مسلماں دیکھکر

کیا بھروسہ مال کا کیا زندگی کا اعتبار
درسِ عبرت لیجئے گور[4] غریباں دیکھکر

چاہیئے مردانگی بہرِ شکستِ قید و بند[5]
کوئی بھی عریاں نہ ہوگا مجھ کو عریاں[6] دیکھکر

کیوں نہ ہو دست جنوں شرمندہ فصلِ بہار[7]
میرا داماں دیکھکر میرا گریباں[8] دیکھکر

یاد کرتے ہیں جنابِ غالبؔ مغفور کو
اب سخن سنجانِ[9] عالم میرا دیواں دیکھکر

ما سوا اللہ کا بس اتنا مجھ پہ ہوتا ہے اثر
چونکتا ہوں جس طرح خواب پریشاں دیکھکر

اتحادِ مسلک و مشرب کا ہے مجھ کو خیال
فاتحہ پڑھتا ہوں مجنوں پر بیاباں دیکھکر

کیا محل تھا جانے کیا یاد آگیا کیا بات تھی
کھل کھلا کر ہنس پڑے گنجِ شہیداں[10] دیکھکر

اللہ اللہ رحمت باری کا وہ جوش و خروش
میرے دامن پر وجودیؔ داغ عصیاں[11] دیکھکر

---

۱ کوے ۲ چیل ۳ پارسی ۴ قبریں ۵ خودی مٹانا ۶ قلندر ۷ آسائش سے آری ۸ حال خستہ
۹ شعراء (شعراء) ۱۰ شہداء کا ایک ہی قبر میں دفن ہونا ۱۱ گناہوں کا بوجھ

99

ہے وہی پیمائش کوہ وبیاباں[1] تا ہنوز[2] ہے وہی افسانۂ دست وگریباں[3] تا ہنوز
صدمۂ فرقت[4] کو سہہ جانا اگر دشوار ہے اُڑ سکا کیوں نہ میرا پھر طائر جاں[5] تا ہنوز
ہے وہی تدبیرِ بے معنیٰ کا اب تک زور وشور ہے وہی اپنی جبیں پر داغِ حرماں[6] تا ہنوز
چندہ تازہ بہ تازہ کی طلب اب تک وہی اور لیڈرِ قوم کے ہیں مرثیہ خواں تا ہنوز
حسب سابق وعدہ ٔوصل اُن کا اب تک ہے وہی
میری قسمت میں وہی ہے سوز پنہاں[7] تا ہنوز

100

دشت[8] وجبل[9] کی حرص نہ گلزار کی ہوس[10] لیکن ہے تیرے سایہ دیوار کی ہوس
میں اور بت کدے کے رسومِ جبین نواز دل میں مگر ہے سنگِ درِیار کی ہوس
دیوار و در سے جلوے ترے آشکار[11] ہیں مٹتی نہیں ہے کس لئے دیدار کی ہوس
رحمت کو جوش آگیا ذوقِ گناہ پر
کتنی ہے خوش نصیب گنہگار کی ہوس

101

نظر آتے نہیں اربابِ اخلاص جہاں سے اٹھ گئے اصحابِ اخلاص
رضا و صبر و تسلیم و توکل حقیقت میں یہ ہیں ابوابِ اخلاص
غرض کوئی نہ ہو دنیا و دیں کی تو پھر ہوتا ہے فتحِ بابِ اخلاص
تصنع سے بناوٹ سے ریا سے تلف ہوجاتے ہیں اسبابِ اخلاص
جہاں کے میکدے سب چھان مارے نہیں ملتی شرابِ ناب[12] اخلاص
تلاشِ و جستجو بے فائدہ ہے
وجودی اب کہاں اصحاب ِاخلاص

---

[1] سرگردانی [2] آج تک [3] جھگڑے فساد [4] جدائی تنہائی [5] روح پرواز ہونا [6] مایوسی [7] دل جلنا (احساس درد) [8] صحرا (جنگل) [9] کوہ (پہاڑ) [10] چاہت (لالچ) [11] ظاہر (نمایاں) [12] خالص (Pure)

102

گر ہوئی آہوں میں کچھ تاثیر جمع
پھر تو ہے تدبیر میں تقدیر جمع

ایک جا ہرگز نہیں ہوتے کبھی
پاک دل اور صاحب تزویر[1] جمع

مہرباں ہوجائے گا وہ سیم[2] بر
ساتھ ہو تدبیر کے تقدیر جمع

دیکھئے کیا رنگ لاتی ہے خلش[3]
دل میں ہیں لاکھوں ہزاروں تیر جمع

آسماں ہے کوئے دل بر[4] کی زمیں
ہو رہی ہے میری ہر تقصیر[5] جمع

بیوفائی اور وفاداری میں ہے
حُسن کی اور عشق کی تاثیر جمع

ہم سمجھتے ہیں ظہیرؔ و داغؔ کو
ہیں دکن میں میرزاؔ و میرؔ جمع

اے وجودیؔ ایک جا احباب[6] کو
کس طرح رکھتا یہ چرخِ پیر[7] جمع

103

حُسن پر مسکرا رہا ہے عشق
دل میں نشتر چُبھا رہا ہے عشق

کامیابی کی انتہا ہے عشق
لا دوا درد کی دوا ہے عشق

راہ پاتا ہے راہ گم کردہ
کہ حقیقت میں رہنما ہے عشق

ہوگئیں ساری مشکلیں آساں
جس کو قسمت سے مل گیا ہے عشق

میری نس نس میں بس گیا کوئی
جب سے مجھ میں سما گیا ہے عشق

اک بہانہ ہے حُسن کا ورنہ
آگ میں اپنی جل رہا ہے عشق

کہیں لگتا نہیں ہے دل میرا
ایسا وحشی بنا دیا ہے عشق

ایک سے ایک کو ملی زینت
مرءتِ حُسن کی جِلا[8] ہے عشق

---

[1] دھوکہ باز(Criminal)، [2] گورا(حسین) [3] چبھن(درد) [4] محبوب
[5] خطا (گناہ) [6] دوستوں(حبیبوں) [7] خدا(اُوپروالا) [8] آئینہ کا پارا (Nickel Plating)

حُسنِ پردہ نشیں کا فتنہ ہے   ذرّہ ذرّہ میں بس رہا ہے عشق

حال بے حال ہے وجودیؔ کا
ایسا دیوانہ کر دیا ہے عشق

104

بدلی ہوئی کچھ اُن کی طبیعت ہے آج کل   موقوف[1] ہم سے خط و کتابت ہے آج کل
مقصودِ حُسن و عشق کی بربادیاں نہ پوچھ   حرص[2] و ہوا کا نام محبت ہے آج کل
رونے کا اُن کے لطف مرے دل سے پوچھیے   جن کے نصیب میں مری قسمت ہے آج کل
پوچھے جو خیریت بھی تو ہو جاتے ہیں خفا   کیا جانے کیوں مزاج میں وحشت ہے آج کل
کل تک غلام آپ کا ایسا نہ تھا حضور   کس جرم کی سزا میں یہ ذلت ہے آج کل
لاؤں کہاں سے عزمِ وفا کا میں حوصلہ   منظور آپ کو مری ذلت ہے آج کل
شرمندۂ اثر[3] میں دعائیں ہیں جس قدر   یومِ نشاط[4] بھی شبِ غربت ہے آج کل
ڈرتا ہے کون، واعظِ زاہد نواز سے   توبہ کو توڑنے کی اجازت ہے آج کل
اس نے غضب کیا ہے اُلٹ کر نقاب کو   سارے جہاں سے مجھ کو رقابت[5] ہے آج کل
سچ ہے بہشت[6] دہلیِ مرحوم تھی کبھی   شہرِ دکن تو روکشِ جنت[7] ہے آج کل
ایمان کو عمل سے ضیا پاش[8] کیجیے   ہم کو فقط اسی کی ضرورت ہے آج کل

مدہوشیوں[9] کا لطف نمائش نے کھو دیا
ثابت خیالِ مئے میں بھی حرمت[10] ہے آج کل

---

۱ بند، ۲ خود غرضی، ۳ بے اثر، ۴ خوشی کے دن، ۵ بیگانگی (مخالفت)،
۶ جنت نما، ۷ مشابہ، ۸ روشن (اجاگر) ۹ سرورِ قلب و خیال ۱۰ پاکیزگی (جائز ہونا)

105

وحشت[1] سے بچکے پھنس گئے حیرانیوں[2] میں ہم
بس مر چکے ہیں ایسے پریشانیوں میں ہم

اس ظلم نا روا پہ رقیبوں سے رشک ہے
کیوں کر نہ ہو شمار گراں جانیوں میں ہم

بکھریں گے اب نہ زلفِ دراز آپ کے کبھی
دن رات مبتلا ہیں پریشانیوں میں ہم

وحشت کی خیر ہو کہ یہاں بھی ہیں نیک نام
سردار و سرپرست ہیں زندانیوں[3] میں ہم

آئی نہ راس ہم کو نشست[4] چمن کبھی
خرم ہیں خوش ہیں شاد ہیں ویرانیوں میں ہم

آب و ہوائے ہند نے مٹی خراب کی
عربوں میں ہم ہیں اور نہ ایرانیوں میں ہم

رحم و کرم کر احمد مرسل ﷺ کے واسطے
یا ربّ تڑپ رہے ہیں پریشانیوں میں ہم

سوجھی نہ اِنتہا[5] کی وجودیؔ ہمیں کبھی
سو بار گرچہ پھنس چکے نادانیوں میں ہم

106

آپ نزدیک مگر دور ہوں میں
اپنی پندار[1] سے مخمور[2] ہوں میں

تابعِ حکم ہوں مامور ہوں میں
یعنی قادر ہوں نہ مجبور ہوں میں

نار میں نارنما جلوہ میرا
نور میں نور ہوں پُر نور ہوں میں

لطفِ وصل و الم ہجر نہیں
شاد[3] ہوں اور نہ رنجور[4] ہوں میں

قید[5] و اطلاق[6] ہیں میرے جلوے
کہیں ظاہر کہیں مستور[7] ہوں میں

لن ترانی[8] بھی صدا[9] ہے میری
طالب دید سرِ طور ہوں میں

ہے اناالحق جو وجودیؔ لب پر
یادگارِ شہ منصور ہوں میں

---

1 ہجر کی پریشانی 2 دیدار میں حیرانی 3 قیدیوں 4 بسنا (رہنا) 5 اعلیٰ وارفع ہونا (دیکھنے ذات) 6 خودپسندی (زعم)

107

جگر میں سوز[1] دل میں کسک[2] ہے لب نالے ہیں
کبھی ہیں حلق میں کانٹے کبھی ہونٹوں پہ چھالے ہیں

خدا معلوم کیا کیا آفتیں وہ لانے والے ہیں
جوانی آچکی ہے پاؤں اب حد سے نکالے ہیں

مرے سینہ میں ہے سیرِ گلستاں بوستاں کیا کیا
ہرے[3] داغِ جگر ہیں اور دل کے زخم آلے[4] ہیں

بچاؤں کیسے دل کو دین و ایماں کی خبر کیا لوں
ادھر ہیں کعبے والے تو اُدھر بتخانے والے ہیں

وہ کیا جانے ادا کیا چیز ہے انداز کیا شے ہے
لڑکپن ہے ابھی تو ہوش کچھ کچھ اب سنبھالے ہیں

نہ پوچھو کیا گزرتی ہے تمہارے ہجر[5] میں ہم پر
کوئی دم کے ہیں مہماں کوئی دم میں جانیوالے ہیں

شرارت میں مقابل جن کے بچپن میں نہ تھا کوئی
خدایا خیر کرنا اب جواں وہ ہونے والے ہیں

الٰہی آبرو رکھیو ہمارے عقل و دانش کی
یہ سنتے ہیں وہ پھر پردے سے باہر آنیوالے ہیں

کسی پر جان دیتے ہیں کسی پر جان جاتی ہے
بڑی مشکل میں جان ہے ہوش ہم جب سے سنبھالے ہیں

نہ جاؤ ان بتوں کی کمسنی پر اے وجودیؔ تم
یہی تو دین و ایماں عاشقوں کے کھونیوالے ہیں

108

کونسا ظلم تجھے یاد نہیں
تجھ سا کوئی ستم ایجاد نہیں

اک نہ اک فکر لگی رہتی ہے
اِس جہاں میں کوئی آزاد نہیں

یہ بھی قدرت ہے خُدا کی صاحب
باغِ شدّاد ہے شدّاد نہیں

اِس قدر ظلم وفاداروں پر
بیوفا تجھ کو خدا یاد نہیں

گرچہ موجود ہے عالم لیکن
خود یہ ہستی نہیں بنیاد نہیں

جور[6] و بیداد[7] کا شکوہ ہے غلط
پُر اثر نالہ و فریاد نہیں

---

[1] جلن، [2] درد، [3] تازے (کچے) [4] گہرے [5] جدائی [6] زیادتی، ظلم [7] فریاد رس نہ ہونا

ایسا آباد ہے حیدرآباد کہ بہشت اس قدر آباد نہیں
موت آتی ہے مقرر لیکن متعین کوئی میعاد نہیں
وہ غمِ مرگِ پسر[1] کیا جانے جو کوئی صاحبِ اولاد نہیں
اس قدر جلد مجھے بھول گئے نام تک میرا تمہیں یاد نہیں
بے خودی ہے کہ فراموشی ہے میں تو میں تم بھی مجھے یاد نہیں
ہوگئے خوگرِ[2] اندوہ[3] و الم[4] اب وہ نالے نہیں فریاد نہیں
ہم نے جس، روز سے توبہ کرلی میکدہ ایک بھی آباد نہیں
کر لیا کُنجِ قفس[5] نے مانوس[6] کسے کہتے ہیں چمن یاد نہیں

آپ کہتے ہیں وجودیؔ کو بُرا
کچھ یہ اللہ کا ارشاد نہیں

109

آج کل عالم میں کیا ہوتا ہے کیا ہوتا نہیں فتنے اٹھتے ہیں مگر محشر بپا ہوتا نہیں
ذکر دشمن کا نہیں دشمن تو دشمن ہے مگر وقتِ بد میں آشنا بھی آشنا ہوتا نہیں
داورِ محشر کے آگے ہو رہے گا تصفیہ آپ کا میرا تو اِس جا فیصلہ ہوتا نہیں
نام سے مہر و محبت کے اُسے ہے دشمنی وہ ستم پیشہ کسی کا آشنا ہوتا نہیں
کب ترے رفتار پر انداز پر گفتار پر جان صدقے دل تصدق سر فدا ہوتا نہیں
کون کرتا تذکرہ ہمدردیِ احباب کا درد اپنا اس طرح گر لادوا ہوتا نہیں
مدعا باقی نہیں اتنا دیا ہے بے طلب شکر احسانوں کا تیرے کچھ ادا ہوتا نہیں
بے وضو کے بادہ نوشی کی نہ کعبہ میں کبھی آپ سا بھی کوئی زہد پارسا ہوتا نہیں

کچھ بتا سکتا نہیں میں اپنے دل کا اضطراب[1] — پاس اپنے جس گھڑی وہ دلرُبا ہوتا نہیں
ذوقؔ و مومنؔ جیسے ہوں پیدا تعجب کیا مگر — حضرتِ غالبؔ سا کوئی دوسرا ہوتا نہیں
عبد و ربّ میں عینیت[2] بیشک مسلّم[3] ہے مگر
اے وجودیؔ بندہ ہے خدا ہوتا نہیں

(110)

کچھ اس قدر نحیف[4] ہوا ہجر یار میں — گھبرا رہی ہے روح بھی اب جسمِ زار میں
دل بدگمانیوں میں نہ ہو جائے مبتلا — بیٹھا ہوں چھپ کے اسلئے میں بزمِ یار میں
مرنے کی آرزو نہ کروں میں تو کیا کروں — قابو ہے یار پر نہ ہے دل اختیار میں
ہے شوقِ عفو رحمتِ پروردگار کو — آتے نہیں گناہ ہمارے شمار میں
عجز و نیاز آدمِ خاکی کا ہے نشاں — ہوتا نہیں غرور کبھی خاکسار میں
اللہ رے حوصلہ مرے پائے ثبات کا — گر چہ گھرا ہوا ہوں اکیلا ہزار میں
گلچیں[5] نے دیکھ دیکھ کے چھوڑا ہے بار بار — پژمُردہ[6] گل ہوں میں چمن روزگار میں
پھر رنگ و بوئے گل کا نہ ہوگا وقار کچھ — بلبل کو موت آئے نہ فصلِ بہار میں
ہنگام ہے شباب کا بچپن گزر گیا — یعنی کہ چار چاند لگے حسنِ یار میں
کرنی تھی جتنی کوشش و تدبیر کرچکا — بیٹھا ہوں فصلِ حق کے بس انتظار میں
آجائے موت ہی نہیں آتا ہے وہ اگر — جینا مجھے پسند نہیں انتظار میں
یا پیر دستگیر وجودیؔ پہ اک نظر
بے طرح[7] آجکل ہے غم و انتشار میں

---

[1] بیقراری [2] یگانیت، تعلقِ حقیقی [3] حق ہے، تسلیم ہے۔ [4] نڈھال، کمزور

111

وہ میرے ساتھ جو شغلِ شراب[1] کرتے ہیں — جلا جلا کے عدو[2] کو کباب کرتے ہیں
حضور جلوہ جہاں بے نقاب کرتے ہیں — عجب طرح کا وہاں انقلاب کرتے ہیں
رقیب اپنے پہ کیا کیا عذاب کرتے ہیں — کبھی جو وہ میرے پہلو میں خواب کرتے ہیں
کرم جو دیکھ لیا ہے گناہ گاروں پر — تو بے گناہ بھی گناہ کا حساب کرتے ہیں
جفا[3] جو آپ کریں بھی تو شاد[4] ہوتا ہے — پھر آپ کس لئے مجھ پر عتاب[5] کرتے ہیں
تمہاری کوشش و تدبیر کیا بنا لے گی — وہ جس کو چاہیں اسے کامیاب کرتے ہیں
لہو لگا کے شہیدوں میں گر نہیں ملتے — تو پھر یہ کس لئے حضرت خضاب کرتے ہیں
خوشی سے پھولوں سماتے نہیں تعجب ہے — مجھے ستاتے ہیں گویا ثواب کرتے ہیں
عدو[6] ہے میں ہوں مگر اپنی اپنی قسمت ہے — کہ دیکھئے وہ کیسے انتخاب کرتے ہیں
کرم کا وقت ہے مانگو جو مانگنا ہو تمہیں — وہ ایک ایک دعا مستجاب کرتے ہیں
خدا کریم ہے میرا، گناہ گار ہوں میں — یہ کون ہے جو میرا احتساب کرتے ہیں
اُبھر اُبھر کے جو مٹ جاتے ہیں لبِ دریا — فنا کے درس کو ازبر حباب کرتے ہیں
شمار جب ترے عفو و کرم کا ہو نہ سکا — گناہ گار گنہ بے حساب کرتے ہیں
دلیلیں حجتیں لاکھوں زباں پہ ہیں اُن کے — جواب دے کے مجھے لا جواب کرتے ہیں
ہزار فتنے اُٹھیں لاکھ حشر برپا ہو — جو مرد ہیں وہ کہیں اضطراب کرتے ہیں

جو بے خبر ہیں وجودیؔ رہِ تصرف میں
خرابیوں کا وہی فتح باب کرتے ہیں

---

[1] مصروفِ نشہ (مصروفِ دیدارِ یار) [2] غیر ماسواحق [3] ستم [4] خوش، راضی [5] سرزنش (ڈانٹ ڈپٹ) [6] رقیب (Rival)

112

ولولے ہیں کدھر شباب کہاں روز و شب میں ہے انقلاب کہاں
ان کی فرقت میں جو مصیبت ہے ایسا دوزخ میں بھی عذاب کہاں
پاسِ خاطر ہے دوست کا ورنہ ہم کو ہے خواہشِ ثواب کہاں
دل دیا دل میں درد و لذّت بھی ترے احسانوں کا حساب کہاں
نازنیں سینکڑوں ہزاروں ہیں اس طرحدار کا جواب کہاں
میکدہ ہے نہ ساقیِ گلرو حاصل اب لذّتِ شراب کہاں
ہیں وفا دار و بوالہوس یکساں اس زمانہ میں انتخاب کہاں
اے ستمگر فراق میں تیرے دن کو آرام شب کو خواب کہاں
مرگیا جب سے کوئی سودائی اُن کے زلفوں میں پیچ و تاب کہاں
یہ خطا اور قصور میرا ہے اُن کو غیروں سے اجتناب کہاں
پچھلے باتوں کی یاد باقی ہے کہ بڑھاپا ہے اب شباب کہاں
لائقِ سرزنش یہ عاصی ہے غیر کو لذّتِ عتاب کہاں

اے وجودیؔ بُری نہ تھی فرقت
ہائے اب شوق و اضطراب کہاں

113

شہرت تمہارے حسن کی صاحب کہاں نہیں لیکن گِلوں[1] سے کوئی بھی خالی زباں نہیں
تیری خطا تو اس میں کچھ اے آسماں نہیں قسمت کا ہے قصور جو وہ مہرباں نہیں
دل میں ہے سُوزِ ہجر زباں پر فغاں نہیں یہ آگ وہ ہے جس میں ذرا بھی دھواں نہیں
ناصح جلا نہ میرے دلِ درد مند کو سوزِ دُروں نہیں تجھے درد نہاں نہیں
آنکھوں میں دل میں جان میں کعبہ میں دیر میں
یاربّ ترا ظہور کہاں ہے کہاں نہیں

114

حسن و عشق انتخاب ہیں دونوں محشر انقلاب ہیں دونوں
دل بھی زخمی جگر بھی زخمی ہے مبتلاءِ عذاب ہیں دونوں
ایک مغرور ایک ہے گستاخ یعنی مستِ شباب ہیں دونوں
زندگی کیا ہے اور دنیا کیا خواب ہیں یا سراب[2] ہیں دونوں
چشم ساقی کی مستیاں مت پوچھ جاں گدازِ شراب ہیں دونوں
اے وجودی امید و یاس اپنی
دفترِ صد عذاب ہیں دونوں

---

[1] شکایتوں [2] نظر کا دھوکہ

115

جلاؤ گے مجھے کب تک چھپا کر روئے روشن کو
بس اب برقِ تبسم سے لگا دو آگ چلمن کو

بوقتِ فاتحہ خوانی جھٹکتے کیوں ہو دامن کو
خدارا گل نہ کر دینا ہماری شمعِ مدفن کو

فقط اتنی خطا تھی چھو لیا تھا اُن کے دامن کو
صبا کرنے لگی برباد میری خاکِ مدفن کو

ازل سے نذرِ گلچیں کر چکے ہم تو نشیمن کو
جلاتے اور کیا اس سے زیادہ برقِ خرمن کو

گلے مل کر ترے خنجر سے ہم عمرِ خضر لیں گے
سمجھ رکھا ہے ہم نے آبِ حیواں آبِ آہن کو

نہ آئے حرف کوئی دستِ نازک پر مجھے کہہ دو
گلے پر پھیر لونگا میں تمھارے تیغِ آہن کو

کہیں زنجیر عاشق ہے کہیں معشوق کا خنجر
نہو کیوں زرد[1] سونا دیکھ کر اقبالِ آہن[2] کو

قیامت میں قیامت آفریں بنکر وہ آئیں گے
الٰہی دادخواہوں سے بچانا اُن کے دامن کو

شہیدانِ محبت کو کفن کی فکر ہی کیا ہے
خدا رکھے سلامت اس ترے خنجر کے دامن کو

کمی دیوانگیٔ قیس میں ہوتی ہے جب پیدا
گلے سے باندھ لیتا ہے ہمارے چاک دامن کو

مری دیوانگی کو دیکھ کر مجنوں وہ گھبرایا
سمجھ کر اپنا دامن پھاڑتا لیلیٰ کے دامن کو

پسِ مردن دعا دیتا ہوں عشقِ روئے روشن کو
کہ جس نے کر دیا سایہ شبِ تاریک مدفن کو

گریباں چاک کر اپنا زلیخا کون مانع ہے
یہ کیا دیوانگی ہے چھوڑ دے یوسفؑ کے دامن کو

ہمارے حلم کی تاثیر بھی کیا صُلحِ کُل نکلی
کہ اب ہر ایک دشمن جانتا ہے دوست، دشمن کو

میں اپنا آپ دشمن ہوں جگہ دو اپنی محفل میں
مجھے کیوں روکتے ہو جب نہ روکا میرے دشمن کو

سمجھتے تھے جسے ہم دوست لی جانِ عزیز اُس نے
بُرا ہو ہم نے گر سمجھا ہو دشمن اپنے دشمن کو

کہوں کیا اس خیالِ وضع داری نے مجھے روکا
بنانا جانتا ہوں ورنہ میں بھی دوست دشمن کو

مجھی سے تیرے تیرِ نیم کش کو سینہ زوری ہے
نہ برمایا نہ تڑپایا کسی دن قلبِ دشمن کو

اثر اتنا تو اب بھی ہے مرے جذبِ محبت کا
نکل آتے ہیں آنسو دیکھتے ہیں جب وہ دشمن کو

---

[1] پھیکا (Dull) [2] لوہا

116

خموشی بے سبب کیوں ہو کہ رکھتا ہے زباں کوئی
مگر مجھ سے حسد کا لطف جب ملتا ہے دشمن کو

اٹھاتا کون بارِ زندگانی اے خضر آخر
سبکدوشی کسی کی تیغ نے بخشی ہے گردن کو

اب اس سے بڑھ کے کیا واعظ کی خاطر داریاں کرتے
جھکایا ہم نے سو سو طرح سے مینا کی گردن کو

حصولِ مدعا میں سرکشی نے دستگیری کی
کہ اب خنجر کسی کا تاکتا ہے میری گردن کو

تعلّی خیز گویائی[1] برنگِ صر کشی نکلی
جھکا دیگی تری بے مائیگی ہی تیری گردن کو

تڑپ اٹھتے ہیں جس دم بیٹھے بیٹھے بزمِ دشمن میں
تو کیا کیا کوستے ہیں وہ میری فریادو شیون[2] کو

میانِ وصل[3] بھی بزمِ خیالِ غیر میں پہونچا
الٰہی کس طرح سمجھاؤں اپنے قلبِ بدظن کو

اجل بھی جان کے لینے میں کیا کیا جی چراتی ہے
ہوا ہے شوق جب سے صید[4] کا اُس ناوک افگن[5] کو

شبِ فرقت نہوگی ختم یہ صبح قیامت تک
بس اب محشر میں دیکھیں گے تمہارے روئے روشن کو

یہ ایسی دشمنی کیوں ہوگئی صیادِ بدظن کو
غضب سے چھانٹ کر چھانٹا مری شاخِ نشیمن کو

کبھی تو دیکھ لے تو حسرتِ دیدار کا عالم
تکا کرتی ہیں آنکھیں تیرے دیواروں کے روزن کو

ملیگی کیا جگہ غیروں کو اسکی بزمِ عالی میں
رسائی حل[6] معنیٰ میں نہوگی طبعِ کُودَن[7] کو

کبھی صیّاد کا کھٹکا کبھی ہے خوف گلچیں کا
بنایا شاخِ گل پر بلبلوں نے کیوں نشیمن کو

عبث ہے زیب و زینت ہستیٔ موہوم پر ناداں
کہ ملنا ایک دن ہے خاک میں کاشانۂ تن کو

ترے اوجِ ستم سے پیرِ گردوں[8] کا ہے سر نیچا
قیامت ڈر گئی ہے دیکھ کر تیرے لڑکپن کو

کٹا جاتا ہوں میں بے ساز و سامانیٔ غربت سے
ندامت مجھ کو ہوگی تو خجالت[9] ہوگی رہزن کو

ہمیں اے ناصحِ ناداں قیامت کا خطر کیا ہے
کہ برسوں ہم نے دیکھا ہے خرامِ شوخِ پُرفن کو

---

1 بڑائی (شیخی خور)، 2 شکایت، 3 دورانِ وصل بوقتِ وصل (ملاقات)، 4 شکار 5 تیر چلانے والا (صیاد)،
6 صحیح طور سے (حقیقی)، 7 بیوقوف، 8 پیرِ فلک، 9 پچھتاوا (شرمندگی)

سرِ زلفِ بُتاں میں ہے یہ اندازِ جنوں اپنا
لپٹے رہتے ہیں گردن میں جائے طوقِ ناگن کو

سمجھ کر مزرعۂ امید تجھ کو یہ ثمر پایا
کہ الٹے رورہے ہیں اپنے ارمانوں کے خرمن کو

پئے مشقِ ستم ہر روز آتے ہیں جفا پرور
بنا رکھا ہے گویا خاکِ تودہ خاکِ مدفن کو

رہے اُفتادگاں خاک کا بھی کچھ خیال آخر
ذرا روکے ہوئے اے تُرک اپنے تیز توَسن کو

وجودیؔ دل ہی دل میں پاسِ اخفائے فغاں کب تک
سنا دو زمزمہ کوئی نواسنجانِ گلشن کو

117

نہ ہو الفت تو پھر آفت میں جانِ ناتواں کیوں ہو
غمِ ہم چشمیِ دشمن نصیبِ دشمناں کیوں ہو

جو تو پہلو میں ہو ظالم تو دل وقفِ فغاں کیوں ہو
رشک آنکھوں میں کیوں ہو قلب میں سوزِ نہاں کیوں ہو

نہ ہو فریاد کی تاثیر تو لب پر فغاں کیوں ہو
یہی قسمت کا رونا ہے تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

نہیں آتی کبھی چکر میں جب اغیار کی قسمت
مقدر میں ہمارے گردشِ ہفت آسماں کیوں ہو

گزرتی ہے جو مجھ پر، یا جو گزرے اُس سے کیا تم کو
عدو[1] کے ہو گئے جب تم تو مجھ پر مہرباں کیوں ہو

رقیب[2] اپنا وہی بنتا ہے جو ہمدرد ہوتا ہے
کہاں کی رازداری کوئی میرا رازداں کیوں ہو

ذرا آئینہ دیکھو پھر تمہیں یہ فیصلہ کر دو
تمہارا چاہنے والا حریصِ این و آں[3] کیوں ہو

اسی میں خیر ہے اپنی کہ عالی حوصلہ کر دے
جو یہ ارمان پورا ہو غمِ دردِ نہاں کیوں ہو

خجل[4] ہیں گر لبِ نازک ترے پاسِ نزاکت سے
ہمارا مدعا شرمندۂ عذرِ بیاں کیوں ہو

پسِ مُردن ہماری بے نشانی نے کہا ہنس کر
نہیں ہے زندگی باقی تو مرقد کا نشان کیوں ہو

دلِ وحشی کے دم تک تھیں سبب پاکوبیاں[5] اپنی
نہیں جب وہ تو رختِ زندگی تن پر گراں کیوں ہو

---

۱ دشمن (غیر) ۲ حریف ۳ دنیا (اغیار) ۴ شرمیلے ۵ پیر پٹکنا (بیزاری و اضطراب)

بسر ہوتی ہے عمر اپنی اگر صیاد کے گھر میں
تو بارِ شاخِ گل یارب ہمارا آشیاں کیوں ہو

نہیں غماز[1] اگر تاثیرِ فریاد و فغاں اپنی
زبانِ مدعی پر پھر مرا راز نہاں کیوں ہو

کوئی مطلب نہیں ہم سے غرض کوئی نہیں ہم سے
تو پھر شکلِ تمنا ہر گھڑی دل میں نہاں کیوں ہو

کسی کو نفع پہونچے اِس میں کیا نقصان ہے اپنا
بنائے خاکِ بربادی متاعِ کارواں کیوں ہو

تمہاری وضعداری پر کہیں پانی نہ پھر جائے
ہمارے سامنے صاحب عدو کا امتحاں کیوں ہو

سنوارا شاہدِ معنی کو لیکن پھر بھی مشکل ہے
نصیبِ مدعی غالبؔ کا انداز بیاں کیوں ہو

وجودیؔ ہم فقیر آزاد ہیں اللہ والے ہیں
زباں پر شکوۂ جور و جفائے آسماں کیوں ہو

118

تکلف برطرف ہو قیس ہو خلوت ہو لیلیٰ ہو
تو دل سینہ سے باہر دل سے باہر ہر تمنا ہو

مرے جذبِ محبت کا اثر یارب کچھ ایسا ہو
ادھر رویا کروں میں اور اُدھر کوئی تڑپتا ہو

نظر ایسی سمجھ ایسی کہ ہر قطرہ میں دریا ہو
جسے دیکھوں تجھے دیکھوں پرایا ہو کہ اپنا ہو

ستانا ہم کو تھا پیشِ نظر وعدہ خلافی ہے
وگرنہ آپ چاہیں اور کوئی وعدہ نہ پورا ہو

اُسی کو موت آتی ہے جسے جینے کا ارماں ہو
بھلا کیوں کر اُسے موت آئیگی تم پر جو مرتا ہو

ادا کرنا حقوقِ عشق کو دشوار ہے لیکن
ہے سہل اس کو جسے سر پھوڑ کر منظور مرنا ہو

اُمنڈ آئے اگر ایک بار دریا عفو رحمت کا
نکوکاروں کو بدکاری پہ میرے رشک کیا کیا ہو

تمہیں کو دیکھ لیتے ہیں بصیرت جن کو حاصل ہے
گلستاں ہو کہ صحرا ہو کلیسا ہو کہ کعبہ ہو

محبت دیکھ لی سب آنے والے جانے والوں کی
وہاں چل کر رہیں جس جا کوئی آتا نہ جاتا ہو

اُسے انسان کہتے ہیں کوئی انسان ہے وہ بھی
نہ جس کو ذوقِ صحبت ہو نہ جسکو شوق صہبا[2] ہو

---

[1] غیبت کرنے والا (Back biter)، [2] شراب (نشہ)

لگا دو تم با ذنی کہہ کے اک ٹھوکر حرج کیا ہے　　زمانہ میں تمہارا نام ہو اور کام میرا ہو

نہیں ہوتی مریضِ عشق کو صحت نہیں ہوتی　　اُسے بیمارِ اُلفت ہی نہیں کہتے جو اچھا ہو

حصولِ علم سے طینت[1] کمینوں کی نہ بدلے گی　　زمینِ شور[2] میں پیدا نہ سنبل ہو نہ لالہ ہو

الٰہی ختم ہو جائے زمانہ رنج و کلفت کا
وجودیؔ ہو وہی احباب ہوں پھر دورِ صہبا ہو

119

آپ جس کو چاہیں وہ سب سے پرایا کیوں نہو　　آپ کو جو چاہے وہ سب سے اکیلا کیوں نہو

سب کی ہستی آپ کے ہی دم قدم کی خیر ہے　　نورِ کعبہ کا مگر رشکِ کلیسا کیوں نہو

فی الحقیقت حُسن کا فتنہ ہے جذبہ عشق کا　　شکلِ یوسف پر فدا جانِ زلیخا کیوں نہو

آپ کے جیسا ملے جس کو شفیق و درد مند　　اسکے دل میں غم، جگر میں درد پیدا کیوں نہو

بے حجابانہ جہاں میں آپ اگر ہوں جلوہ گر　　کیوں نہ فتنے جاگ اُٹھیں اور حشر برپا کیوں نہو

بے نیازی تا بہ کئے[3] آؤ سرِ بالیں[4] ذرا　　جی اٹھے عاشق تمہارا گرچہ مرتا کیوں نہو

آپ کے مہر و محبت میں ہوا جو مبتلا　　خانماں برباد اور وہ سر بصحرا کیوں نہو

دیکھنا کوچہ سے اُن کے لاش نکلے گی میری　　آسماں دشمن عدو سارا زمانا کیوں نہو

جس کو فیضِ اتباعِ غالبؔ مرحوم ہے　　دلکشی شعر و سخن میں اس کے پیدا کیوں نہو

جان دیتے ہیں تمہیں پر کافر و مومن سبھی
پھر یہ بیچارہ وجودیؔ تم پہ شیدا کیوں نہو

---

1 فطرت 2 پتھریلی 3 کب تک 4 سرہانے

120

کیوں چھپاتے ہو رُخِ پرُ نور کو ہاں اٹھو بھڑکاؤ شمعِ طور کو
مدعی موسیٰ تھے جن سے تھا کلام آپ نے پھر کیوں جلایا طور کو
رحمتِ حق پر جو ہوتا اعتماد شیخ پیتا بادۂ انگور کو
جُرم یہ کس مذہب و ملت میں ہے خوش اگر کیجئے دلِ رنجور کو
اس کی پھر بے اختیاری دیکھئے اختیار اللہ جو دے مجبور کو
پوچھ لیجئے کاتبِ تقدیر سے پھر سزا دیجئے کسی معذور کو
ہجر کی شب ایسا رویا رات بھر صبح کر ڈالا شب دیجور کو
جس کو ہے دیرو حرم میں امتیاز جانتا ہے وہ قریب و دور کو
اے وجودیؔ اپنا استادِ سخن
جانتا ہوں غالبِ مغفور کو

121

میں جانتا ہوں وعدۂ بے اعتبار کو کیوں کر قرار آئے دلِ بیقرار کو
بزمِ نشاط و مجلسِ عشرت بنادیا عزمِ عمل نے غم کدۂ روزگار کو
شیشہ بغل میں ہاتھ میں جامِ شراب ہو پھر چاہئے کچھ اور نہ مجھ بادہ خوار کو
چپکے سے بخش دیجئے عاصی ہوں میں ضرور شرمندہ کیجئے نہ کسی شرمسار کو
رگ رگ میں اسکے خونِ خزاں ہے رواں دواں میں خوب جانتا ہوں فریبِ بہار کو

نسبت تو ہے چمن سے اگر رنگ و بو نہیں ۔۔۔ کیوں دیکھتے ہو چشمِ حقارت سے خار کو
رہ رہ کے یاد آپ کی لیتی ہے چٹکیاں ۔۔۔ کوئی سنبھالے کیا دلِ بے اختیار کو
شوقِ تجلی و نگہِ ذوق آشنا ۔۔۔ کچھ اختیار ہو دلِ بے اختیار کو
قابو ہے مجھ پہ اب دلِ خانہ خراب کا ۔۔۔ مدت ہوئی کہ رُو چکا صبرو قرار کو
نیرنگیاں[1] صفات کے ہوتے ہیں بےحجاب ۔۔۔ عریاں[2] کوئی نہ دیکھ سکا حسنِ یار کو
طالب نہیں ہے کوئی عروسِ بہار کا ۔۔۔ دلہن بنائیں کیا چمن روزگار کو
روتا ہے رات دن نہ تڑپتا ہے رات دن ۔۔۔ کیا جانے کیا ہوا ہے دل بیقرار کو

جب سب کو چھوڑ کر درِ جاناں پہ آرہا
عزت ملی عروج ہوا خاکسار کو

122

بھلا کیا عابد و زاہد کہیں گے اُس حقیقت کو ۔۔۔ گنہگاروں سے پوچھے کوئی یارب تیری رحمت کو
کوئی سجدہ اِسی ویرانہ کا مقبول ہوجائے ۔۔۔ گلستاں دل کہاں سے لاؤں میں تیری عبادت کو
مری کوشش سے مجھ کو کامیابی کس طرح ہوتی ۔۔۔ مری قسمت میں ہونا جب لکھا تھا میری قسمت کو
تمہاری راہ میں مرنا میسر ہو تو کیا کہنا ۔۔۔ کرونگا غسل میت پر فدا میں غسل صحّت کو

زمانہ بھولتا جاتا ہے افسانے کو مجنوں کے
نہ لگ جائے نظر یاربّ کہیں میری محبت کو

---

[1] جادوگری (دلکشی، نمائش) [2] برہنہ (ذات)

123

ڈوب کر بحرِ محبت میں نہ ابھرا کوئی
تہہ میں اُس کے ہے مگر ساحلِ خفیہ کوئی

حرم و دیر میں گھس جاتے ہیں گھسنے والے
دل میں دلبر کے سوا آ نہیں سکتا کوئی

درمیاں مانعِ نظارہ ہزاروں تھے حجاب
اُس نے چاہا تو نہ باقی رہا پردا کوئی

دیر و کعبہ میں بہت ٹھہر نیوالے ٹھہرے
منزلِ عشق میں دیکھا تو نہ ٹھہرا کوئی

کچھ نہ کچھ قلب کو تسکین تو ہو جاتی ہے
آج بھی کل کی طرح وعدۂ فردا[1] کوئی

ہمتِ فکر[2] کے دیکھے ہیں کرشمے لاکھوں
معرکہ[3] قوتِ ایماں کا نہ دیکھا کوئی

ننگ[4] عالم ہوں مجھے فکر نہیں ہے اپنی
ڈر ہے اس بات کا ہو جائے نہ رسوا کوئی

فتنۂ حسن و محبت کا کرشمہ ہے یہ
خود فراموش کوئی ہے تو خود آرا کوئی

نا مرادی کی مراد آئی سمجھ میں جب سے
دل میں باقی رہی حسرت نہ تمنا کوئی

کتنے دیکھے ہیں گرفتارِ ہوس کیا کہیے
ہ ملا پر نہ ملا چاہنے والا کوئی

پھر وہی شوق نے طوفان اُٹھایا دل میں
محشرِستانِ تصوّر میں پھر آیا کوئی

مجھ کو اے قیس نہیں محملِ[5] لیلیٰ کی تلاش
جلوہ گر آٹھوں پہر دل میں ہے لیلیٰ کوئی

پردے پردے میں کسی پردہ نشیں کا جلوہ
دیکھ لیگا ہے اگر دیکھنے والا کوئی

میں تو ہوں لذتِ آزارِ[6] محبت کا حریص[7]
پھر وہی نیم نگاہی سے اشارا کوئی

خوبیِ حسن سے کوئی ہوا محبوب جہاں
فتنۂ عشق کے ہاتھوں ہوا رسوا کوئی

مانعِ دید کوئی حاجبِ[8] دیدار نہ ہو
لیکن ایسا ہے کہاں دیکھنے والا کوئی

کس کو دیکھا ہے خدا جانے مری آنکھوں نے
نظر آتا ہے اب اپنا نہ پرایا کوئی

اپنے قدموں سے وجودیؔ کو لگا رہنے دو
کہ بجز آپ کے اس کا نہیں مولا کوئی

---

۱ جھوٹا ۲ تدبیر (سائنس Science) ۳ استعداد (عجوبہ) (Diversity) ۴ بے سروساماں
۵ بے معنی لغو (گم نام) ۶ تکلیف (تڑپنا) ۷ طالب ۸ حجاب (پردہ)

124

ذرّہ ذرّہ مشرقِ[1] انوار ہے　　لیکن اے دل کچھ نظر درکار ہے
تو اگر آتا نہیں اچھا نہ آ　　موت آنے کے لئے تیار ہے
پھر نہ اُس کا منہ نظر آیا کبھی　　عمرِ رفتہ کتنی غیرت دار ہے
سہل ہے تم کو تو ہر دشواری　　اور مجھے سہل بھیؔ دشوار ہے
اے وجودیؔ فرقتِ دلدار میں
زندگی گویا خدا کی مار ہے

125

لگی میرے دل کی بجھا تو سہی　　پھر اک بار صورت دکھا تو سہی
حقیقت اناالحق کی کھل جائے گی　　یہ پردہ دوئی کا اٹھا تو سہی
نصیحت کو تیرے سنوں گا ضرور　　ذرا دل کسی سے لگا تو سہی
بہت سہل رستہ ہے توحید کا　　مگر شیخِ کامل کو پا تو سہی
مدد ضبطِ گریہ کی ہو جائے گی　　مگر آنکھ مجھ سے ملا تو سہی
بنایا ہے صورت مسلمان کی　　کہ دل کو مسلماں بنا تو سہی
ستانا تھا جتنا ستایا مجھے　　کسی اور کو اب ستا تو سہی
بُروں سے بُرا ہے وجودیؔ تو خیر
کوئی اس سے اچھا دکھا تو سہی

---

[1] مظاہر (جلوہ گاہ)

126

جان پر کھیلے تری اُلفت میں جگر کس کا ہے
کٹنے ہر بار جُھکے شوق سے سر کس کا ہے

کس کی صورت ہے جو آنکھوں میں رہا کرتی ہے
کون ہے دل میں مرے اور یہ گھر کس کا ہے

پار سینہ سے ہوا اور جگر تک پہونچا
تم ہی دکھلاؤ کہ یہ تیرِ نظر کس کا ہے

تیغِ ابرو سے تری کون ہوا ہے گھائل
اب تڑپتا ہوا دل اور جگر کس کا ہے

کس نے ارمان بھری جان ترے ہجر میں دی
حسرتیں روتی ہیں دنیا سے سفر کس کا ہے

اک وجودیؔ کا نہیں ذکر میں کرتا لیکن
سر بکف میری طرح ہو یہ جگر کس کا ہے

127

مجھ کو نہ شان و شوکتِ شاہانہ چاہیئے
لبریز مئے سے ہر گھڑی پیمانہ چاہیئے

عشق و ہوس کی شرط نہ رہ جائے ناتمام
دیر و حرم کے پاس ہی میخانہ چاہیئے

آبادی بہشت میں کچھ اور لطف ہو
فردوس میں بھی ایک صنم خانہ چاہیئے

مرنے سے پہلے روضۂ رضواں کو دیکھ لیں
بزمِ نشاط مجلسِ رندانہ چاہیئے

بنتا نہیں ہے ساغر و مینا سے کام کچھ
اب لطفِ چشمِ ساقی مستانہ چاہیئے

قصہ تو سن چکا ہوں وجودیؔ مجاز کے
میرے لئے کچھ اور ہی افسانہ چاہیئے

128

الٰہی میرے دشمن کی تدبیر نہیں ہوتی
کیوں راست کبھی اپنی تقدیر نہیں ہوتی

شکوہ نہیں کرتا ہوں پر اس لئے روتا ہوں
فریاد میں کیوں پیدا تاثیر نہیں ہوتی

جو بات ہے قسمت کی کوشش سے نہیں بنتی
ہر شخص کے حصہ میں اکسیر نہیں ہوتی

جب عام ہے دنیا میں الطاف و کرم تیرے
کیوں عفو غریبوں کی تقصیر[1] نہیں ہوتی

مانی[2] نے بنا ہو بہزاد[3] نے کھینچا ہو
سب سچ ہے مگر گویا تصویر نہیں ہوتی

جس روز وجودی تم مجلس میں نہیں آتے
کچھ لطف نہیں ملتا تاثیر نہیں ہوتی

129

کسی کے ہجر میں مرا عجب طرح کا حال ہے
نہ نیند ہے نہ چین ہے مگر غم و ملال ہے

جو بے ہنر ہیں نعمتیں نصیب میں اُسی کے ہیں
اُٹھا رہا ہے جو مصیبتیں وہ با کمال ہے

نہ شکوۂ عدو مجھے نہ دوست کا گلہ مجھے
نہ زیست کی خوشی مجھے نہ موت کا ملال ہے

خدا میرا کریم ہے رحیم ہے غفور ہے
ہوا کرے گناہ گار مرا بال بال ہے

جو رنج بے حساب ہے تو فکر بیشمار ہے
مصیبتیں ہیں اسقدر کہ زندگی وبال ہے

اسی کو دیکھتا ہوں میں ظہور کائنات میں
فراق بے بصر کو ہے مگر مجھے وصال ہے

شباب کے ہیں ولولے شباب جب گزر گیا
خروش ہے نہ جوش ہے نہ قال ہے نہ حال ہے

گذر سکے وجودی عمر جس طرح گذار دے
ضعیف ہوگئے ہو کیوں شباب کا خیال ہے

---

[1] خطا [2] بہتر [3] نقاش (مصور)

130

کبھی لب سے جو باہر میری آہِ آتشیں ہوگی　　تو گرنے کو فلک ہوگا تزلزل میں زمین ہوگی
تمہارا سنگِ در ہوگا تو میری یہ جبیں ہوگی　　مجھے ہوگی اگر معراج تو بس اک یہیں ہوگی
تمنا بن کے میری ہر تمنا رنگ لائیگی
مرے دل میں جو حسرت ہوگی حسرت آفریں ہوگی

131

نہ ہو الفت تو زندگی کیا ہے　　بے محبت کے آدمی کیا ہے
جانِ شیریں سے جو ہوا ہے خفا　　اس سے پوچھو کے زندگی کیا ہے
یہ بھی ایک اعتبار ہے اپنا　　ورنہ اندوہ [1] کیا خوشی کیا ہے
مرنے جینے پہ جب نہیں قابو　　پھر یہ موت اور زندگی کیا ہے
حسن مست شباب کے آگے　　حور کیا چیز ہے پری کیا ہے
کچھ نہ کچھ درمیاں میں ہے تفریق　　ورنہ پھر ربط باہمی کیا ہے
خود نمائی میں خود فروشی ہے
ورنہ انداز بے خودی کیا ہے

132

محروم گیا کوئی ساقی نہ ترے در سے
اللہ کی رحمت ترے میخانہ پہ برسے

اپنی ہی نظر سے تجھے سب دیکھ رہے ہیں
دیکھا نہ کسی نے بھی تجھے تیری نظر سے

میں دونوں جہاں سے بھی نہ کھو جاؤں تو کہنا
اک بار ملے اُس کی نظر میری نظر سے

دیوانہ ہوں کیا خاک اِدھر دیکھ رہے ہو
جو کچھ بھی یہ ہوتا ہے تو ہوتا ہے اُدھر سے

بت خانے میں کعبے کا تماشا نظر آئے
دیکھے کوئی گرویدۂ توحید نظر سے

میں کب سگ ناپاک سے ڈرتا ہوں وجودیؔ
نسبت ہے میری حیدرِ کرار کے در سے

سخنستانِ وجودی

چھٹواں ......باب

رباعیات

رباعیات

پستی سے نکال مجھ کو اونچا کردے   اک قطرۂ نا چیز ہوں دریا کردے
لِلّٰہ مجھے الطاف و کرم سے اپنے   دیں‌دار بنا طالب مولا کردے

☆☆☆

ویرانہ مرے حق میں گلستاں نکلا   سمجھا تھا جسے درد وہ درماں نکلا
اللہ تری ذرّہ نوازی کے نثار   ایوانِ صنم کعبۂ ایماں نکلا

☆☆☆

اپنے کو میں خود آپ ڈبو دیتا ہوں   یوں عمر جو گناہوں میں کھو دیتا ہوں
گو عشق نہیں آپ سے یا شاہِ اُممؐ   یاد آپ کو کرتا ہوں تو رو دیتا ہوں

☆☆☆

سردار نبیوں کے خدا کے پیارے   قربان فلک جن و بشر ہیں سارے
تم سے ہے نبیوں کو بھلا کیا نسبت   تم چاند نبوت کے ہو سب ہیں تارے

☆☆☆

ہے نور تو پھر ہستیِ ظلمت کیا ہے   رحمت ہے تو عصیاں کی حقیقت کیا ہے
ہم بندۂ احمدؐ ہیں وجودی خاموش   رونے کی تڑپنے کی ضرورت کیا ہے

☆☆☆

ایسا تو پیمبرؐ کوئی آیا بھی نہیں   یہ حُسن کسی نبی نے پایا بھی نہیں
گذرے ہیں نبی یوں تو ہزاروں لیکن   کیا مثل ہو اُس کا جسے سایہ بھی نہیں

☆☆☆

ایسا نہ رسول کوئی اب تک آیا پایہ نہ کسی نبی نے ایسا پایا
اس ذات کی توصیف کروں میں کیونکر لولاک لما حق نے جسے فرمایا

☆☆☆

جو مائل بوتراب ہو جاتا ہے ذرّہ ہے تو آفتاب ہو جاتا ہے
کیا عرض کروں حُبِّ علی ہے کیا شئے عرفاں کا فتح باب ہوجاتا ہے

☆☆☆

صدیق و عمر صدق و عدالت والے عثمان و علی بذل[1] و شجاعت والے
چاروں کا نظیر کوئی عالم میں نہیں کہتے ہیں یہی کتاب و سنت والے

☆☆☆

نورِ نظرِ شاہِ رسولاں ﷺ ہیں حُسین ہر مومنِ دیندار کا ایمان ہیں حُسین
ہر صاحبِ عرفاں کا عقیدہ ہے یہی بے شبہ و گماں معنئ قرآں ہیں حُسین

☆☆☆

اسلام میں توحید کے رہبر ہیں حُسین گنجینۂ اسرار پیمبر ہیں حُسین
ہیں وارثِ احوال و علمِ نبی ﷺ اللہ کے اک مظہرِ اکبر ہیں حُسین

☆☆☆

بگڑوں کو تمہیں نے تو سنوارا ہے حُسین ہم کو تو تمہارا ہے سہارا حُسین
مشکل میں وجودیؔ ہے سنبھالو مولا مشہور غلام یہ تمہارا ہے حُسین

☆☆☆

اس ماہ میں سادات کی قربانی ہے اس بات سے کافر کو بھی حیرانی ہے
پوچھے کوئی کوفے کے مسلمانوں سے کیا قتلِ حسین بھی مسلمانی ہے

☆☆☆

---

[1] سخاوت

واللہ کہ ہیں نورِ خدا سرِّ نبی ﷺ شاہِ شہدا یعنے حُسین ابن علی
سب اہل وجودیؔ ہیں فدائی ان کے توحید اُنہیں کے درِ اقدس سے ملی

☆☆☆

کیا خوش ہیں اُمیہ کے گھرانے والے آثارِ نبوت کو مٹانے والے
اسلام یہی ہے تو ہمارا ہے سلام اچھے رہے بتخانے میں جانے والے

☆☆☆

یاغوث بہت عاجز و بیمار ہوں میں رنجوں میں بلاؤں میں گرفتار ہوں میں
کچھ رحم و کرم یا شہ جیلاں کیجئے تم قادر و مختار ہو ناچار ہوں میں

☆☆☆

اوہام و وساوس میں گرفتار ہوں میں پندار کے ہاتھوں سے دل اَفگار ہوں میں
کچھ لطف و کرم یا شہ جیلاں کیجئے تم قادر و مختار ہو ناچار ہوں میں

☆☆☆

اے خواجہ اجمیر کے پیارے خواجہ اے سید و سردار ہمارے خواجہ
بگڑے ہوئے سب کام وجودیؔ کے ہیں اب تو ہی سنوارے تو سنوارے خواجہ

☆☆☆

مرجاؤں گا لیکن نہ قدم چھوڑوں گا تازیست نہ مونھ اپنا کبھی موڑوں گا
اپنا سگِ درگاہ سمجھنا مجھ کو سنگِ درِ عالی ہی پہ دم توڑدوں گا

☆☆☆

زاہد بھی نہیں صاحبِ تقویٰ بھی نہیں صوفی بھی نہیں طالبِ مولا بھی نہیں
لیکن میرے مالک مجھے اتنا کہہ دے میں کچھ بھی نہیں کیا ترا بندا بھی نہیں

☆☆☆

ہیں ریگِ بیاباں[1] سے بھی بڑھکر عصیاں تعداد کے حد سے ہیں فزوں تر عصیاں
مانا کہ نہیں میرے گناہوں کی حد پھر بھی نہیں رحمت کے برابر عصیاں

☆☆☆

عالم میں ہوں عالم سے مجرد ہوں میں آزاد ہوں اور عین مقیّد ہوں میں
اطلاق کے پردے میں احد نام مرا پردے سے نکل آوں تو احمد ہوں میں

☆☆☆

ہر شئے کو ہے گھیرے ہوئے رحمت تیری ہر ایک سے یکساں ہے محبت تیری
میں عفو کے قابل تو نہیں ہوں لیکن گر بخش دے مجھ کو تو عنایت تیری

☆☆☆

تم ساتھ ہو جس کے وہ نہیں ہے گمراہ غافل وہ ہے سب سے جو ہے تم سے آگاہ
غیروں سے ہو مانوس تمہارا بندہ لَاحول ولَاقوۃ اِلا بِاللّٰہ

☆☆☆

اے سب سے غنیٰ مجھ کو فقیر اپنا بنا غیروں سے چھڑا، مجھ کو اسیر اپنا بنا
کوئی نظر آئے نہ مجھے تیرے سوا اللہ مجھے ایسا بصیر اپنا بنا

☆☆☆

فریاد میں تاثیر کہاں سے لاؤں تدبیر میں تقدیر کہاں سے لاؤں
بت خانے میں بت گر پڑے سن کر جس کو وہ نعرۂ تکبیر کہاں سے لاؤں

☆☆☆

یہ سچ ہے کہ موجود ہوں معدوم نہیں مشہود ہوں محسوس ہوں موہوم نہیں
جاہل نہیں دیوانہ نہیں ہوں لیکن کچھ مجھ کو حقیقت مری معلوم نہیں

☆☆☆

---

[1] ذرّات

ہر چیز ہے عالم کی علامت تیری ہر شئے سے جہاں کے ہے شہادت تیری
منکر نہیں وجود کا تیرے کوئی گو دیکھی نہیں کسی نے صورت تیری

☆☆☆

ثابت قدمِ عشق جو پایا مجھ کو کی مشقِ ستم یوں کہ مٹایا مجھ کو
اٹھنے نہ دیا نقشِ کفِ پا کی طرح ظالم نے ٹھکانے سے لگایا مجھ کو

☆☆☆

پھیلا ہی چلا جاؤں تو دریا ہوں میں یا پھر جو سمٹ آؤں تو قطرہ ہوں میں
میرے ہی تماشے ہیں نمایاں سب جا خورشید کہیں ہوں کہیں ذرّہ ہوں میں

☆☆☆

گنجینۂ اسرار کہاں سے لاؤں کیفیتِ میخوار کہاں سے لاؤں
سو بار کہوں منہ سے انا الحق لیکن وہ ذوق سرِ دار کہاں سے لاؤں

☆☆☆

آجا مرے آغوش میں جانی آجا آجا مرے او یوسف ثانی آجا
یوں دور وجودیؔ سے رہے گا کب تک آجا ستم و جور کے بانی آجا

☆☆☆

مفلس ہوں مگر دستِ طلب ہے کوتاہ اس راز سے ہر ایک بشر ہے آگاہ
اللہ کے سوا سوال بندے سے کروں لا حول ولا قوۃ اِلا باللہ

☆☆☆

دل مجھ کو ملا ہے جان کھونے کیلئے آنکھیں جو ملیں ہیں تو ہیں رونے کیلئے
سب کام خدا کے ہیں وجودیؔ خاموش تقدیر ملی بھی تو ہے سونے کیلئے

☆☆☆

تدبیر سے کوشش سے بھلا کیا ہوگا ہوگا وہی قسمت میں جو لکھا ہوگا
کیا رنج ؤ الم سے ہے وجودیؔ حاصل منشا جو کچھ اللہ کا ہوگا ہوگا

☆☆☆

ہے فرش سے تا عرش رسائی میری کونین میں پھرتی ہے دہائی میری
اک شور ازل سے ہے ابد تک میرا بندہ ہوں خدا کا ہے خدائی میری

☆☆☆

اگلی سے طبیعت میں روانی ہے کہاں وہ طورِ جنونِ زندگانی ہے کہاں
مانا کہ زمین وہی ہے گردوں بھی وہی لیکن یہ کہو میری جوانی ہے کہاں

☆☆☆

وہ خواب ہوں جس کی کوئی تعبیر نہیں وہ آہ ہوں جس میں کوئی تاثیر نہیں
عاجز ہوں کہ قادر، نہیں معلوم مگر تدبیر مرا کام ہے تقدیر نہیں

☆☆☆

کب شوق سے آتش میں گرا جاتا ہے کس سے بہ خوشی زہر پیا جاتا ہے
یہ رنج یہ اندوہ نعوذ باللہ پھر کس لئے انسان جیا جاتا ہے

☆☆☆

کیوں چل بسی ناگاہ جوانی میری تھی جان مری آہ جوانی میری
یوں چشم زدن میں تو نہ جاتا تھا اُسے کم عمر تھی اللہ جوانی میری

☆☆☆

مطلب کسی تدبیر سے پورا نہ ہوا اندوہ و تردّد کا ازالہ نہ ہوا
اللہ نے کیا فضل وجودیؔ جس دم وہ کام ہے کونسا جو اجرا نہ ہوا

☆☆☆

افسانہ حیات کا نہ پوچھو کیا ہے دنیا کے مصیبتوں کی اک دنیا ہے
آہوں میں اثر نہیں وجودی ورنہ ہر آہ سے مقصد مرا مر جانا ہے

☆☆☆

بیہودہ طبیعت کو سدھاروں کیوں کر بگڑی ہوئی عادت کو سنواروں کیوں کر
کچھ طاقت و قدرت مجھے دیدے اللہ انسان ہوں شیطان کو ماروں کیوں کر

☆☆☆

بے رحمی احباب نے یہ گت کردی حالت نہ رہی کوئی یہ حالت کر دی
ہر ایک نے اک ایک مصیبت دی تھی اس پیرِ فلک نے تو قیامت کردی

☆☆☆

اقبال و امارت نہ سہی غم کیا ہے یہ رنج یہ اندوہ یہ ماتم کیا ہے
مجھ کو نہیں اے دوست کسی کی پرواہ اللہ ہے مرے ساتھ مجھے کم کیا ہے

☆☆☆

اندوہ کا غم اور مسرت کی خوشی دونوں بھی ہیں نادانی و بیہودہ سری
دنیا میں کوئی شئے نہیں رہتی دائم تو اپنی بسر کر دے بسر ہو جیسی

☆☆☆

اللہ کے اک مظہر اکبر ہیں حُسین اور وارثِ احوالِ پیمبر ہیں حُسین
کیوں کر نہو قربان وجودی اُن پر مولائے جہاں ثانی حیدر ہیں حُسین

☆☆☆

برسوں میں ملاقات نہیں ہوتی ہے اگلی سی کوئی بات نہیں ہوتی ہے
مانا کہ وہی تم وہی میں ہوں لیکن وہ دن نہیں وہ رات نہیں ہوتی ہے

☆☆☆

اب عہدِ گزشتہ کی کہانی مت پوچھ مجھ سے مری اُفتاد جوانی مت پوچھ
یہ پوچھ کہ اب کیسی گزرتی ہے مری مت پوچھ جو گزرا مرے جانی مت پوچھ

☆☆☆

فریاد و فغاں آہ و بکا کو چھوڑا ہر ایک مراد و مدعا کو چھوڑا
مانا کہ وجودیؔ نے ہے چھوڑا سب کو لیکن نہ کبھی عزمِ وفا کو چھوڑا

☆☆☆

اسبابِ نشاط و عیش پہ مسرور نہ ہو ظلمت کدۂ نفس میں محصور نہ ہو
اک روز قدم گور میں رکھنا ہے تجھے دو روز کی زندگی پہ مغرور نہ ہو

☆☆☆

دشمن مرے غم خوار بنے بیٹھے ہیں مطلب کے کئی یار بنے بیٹھے ہیں
جو خون کے پیاسے تھے وجودیؔ کل تک وہ آج وفادار بنے بیٹھے ہیں

☆☆☆

مجھ کو نظرِ قہر سے دیکھا نہ کرو اپنے درِ پاک سے نکالا نہ کرو
بد کار خطا پیشہ عاصی مجرم سب کچھ ہوں مگر تم مجھے رسوا نہ کرو

☆☆☆

سید ہوں مجھے موتمنی کہتے ہیں اجداد کو میرے مدنی کہتے ہیں
صدیق ہیں نانا تو ہیں دادا حیدر ایسے کو شرافت کا دھنی کہتے ہیں

☆☆☆
☆☆
☆

قطعہ تاریخ بار دوم

قادریؔ خود بھی وجودی ہے وجودی سے یہاں
اپنی پہچان بنالی ہے وجودی سے یہاں
اک نیا طرز و انداز لئے دوسری بار
سخنستان وجودی ہے وجودی سے یہاں

۱۴۳۰ ہجری

ہیچمداں میر لطیف اللہ شاہ قادری وجودی

لطیف اکیڈیمی طلباء و طالبات کیلئے دینیاتی و اخلاقی نظریہ فکر کے مدِ نظر عرفانی کتب کی اشاعت کا کام بخوبی انجام دے رہی ہے۔

ہماری کتب کے خصوصیات ہیں کہ یہ نہایت ہی مفید سوالات و جوابات پر مشتمل ہیں بلکہ ان میں حسبِ ضرورت انگیریزی الفاظ کا استعمال بھی کیا گیا ہے تا کہ قارئین کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

ہماری جو کتب شائع ہو چکی ہیں ان میں قابلِ ذکر

[1] بنیادی نصاب دینیات و اخلاقیات (سوال و جواب پر مبنی) چار علیحدہ حصوں میں بچوں کیلئے۔

[اول] توحید و رسالت [دوم و سوم] دینیات و اخلاقیات

[چہارم] ارکانِ دین

[2] آسان تجوید [3] صراطِ مستقیم یعنی راہِ سلوک

[4] کشکول قادریہ

باب اول : الاحسان والتصوف باب دوم : توحید و معارف

[5] گلستانِ وجودیؒ

مزید ٹیلی ایجوکیشن کے مدِ نظر تفسیر قرآن مجید کے آڈیو سی ڈیز اور کیسٹ خود میری اپنی آواز میں تیار ہیں تا کہ قرآن فہمی کو خصوصاً طلباء و طالبات میں عام کیا جاسکے۔ بفضلِ تعالیٰ یہ بہت مقبول ہو رہے ہیں۔

اور جو کتب زیرِ طباعت ہیں ان میں قابلِ ذکر

نقشِ قدمِ رسول ﷺ (تین حصوں میں)

باب اول : احوالِ ائمہ تفسیر و فنِ تفسیر قرآن

باب دوم : احوالِ ائمہ حدیث و فنِ حدیث

باب سوم : احوالِ ائمہ فقہ و فنِ فقہ العلوم

ملنے کا پتہ

LATEEF ACADEMI

Quadri Manzil, H.No. 9-4-135/A/5,
Raghwa Colony, 7-Tomes Road,
Toli Chowki, Hyderabd.
Ph. 23568160,
Cell: 9490754160,9912543340

COMPOSED, DESIGNED & Printed By Lam'a_n 9440877806